فقہی قواعد کلیہ میں فقہاء کا اسلوب و منہج

ڈاکٹر ذوالفقار علی ☆

قواعد کلیہ کا تعارف

لغت میں قاعدہ کسی چیز کی اساس اور بنیاد کو کہتے ہیں(۱) اور اس کی جمع قواعد آتی ہے۔ اس بنا پر عمارت کی بنیادوں کو "قَوَاعِدُ الْبَيْتِ" اور ہودے کی لکڑیوں کو "قَوَاعِدُ الْهَوْدَجِ" کہا جاتا ہے۔ قرآنِ مجید میں دو جگہ قواعد کا لفظ اسی لغوی مفہوم کے اعتبار سے وارد ہوا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ اِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَ اِسْمٰعِيْلُ﴾ (۲)۔

(اور یاد کرو جب اٹھاتے تھے ابراہیم علیہ السلام بنیادیں خانہ کعبہ کی اور اسماعیل علیہ السلام)۔

﴿فَاَتَى اللّٰهُ بُنْيَانَهُمْ مِّنَ الْقَوَاعِدِ فَخَرَّ عَلَيْهِمُ السَّقْفُ مِنْ فَوْقِهِمْ﴾ (۳)۔

(پھر پہنچا حکم اللہ کا ان کی عمارت پر بنیادوں سے، پھر گر پڑی ان پر چھت اوپر سے)۔

فقہاء قواعد کلیہ کے اصطلاحی مفہوم کو اس طرح بیان کرتے ہیں :

اَلْقَاعِدَةُ: هِيَ قَضِيَّةٌ كُلِّيَّةٌ مُنْطَبِقَةٌ عَلٰى جَمِيْعِ جُزْئِيَاتِهَا (۴)

(قاعدہ وہ حکمِ کلی ہے جو اپنی تمام جزئیات پر منطبق ہوتا ہو)۔

اَلْقَاعِدَةُ: حُكْمٌ كُلِّيٌّ يَنْطَبِقُ عَلٰى جَمِيْعِ جُزْئِيَاتِهِ لِيُتَعَرَّفَ اَحْكَامُهَا مِنْهُ (۵)

(قاعدہ وہ حکمِ کلی ہے جو اپنی تمام جزئیات پر منطبق ہوتا ہو، تاکہ اس سے جزئیات کے احکام معلوم کیے جاسکیں)۔

قاعدے کی درج بالا دونوں تعریفیں اپنے اصطلاحی مفہوم کے اعتبار سے ایک جیسی ہیں سوائے اس کے کہ پہلی تعریف کی نسبت دوسری تعریف میں زیادہ توضیح پائی جاتی ہے۔ قاعدے کی اس قسم کی تعریف اگرچہ دیگر علوم و فنون کے لیے تو درست ہے مگر فقہی اور قانونی مسائل و احکام کے لیے ناقص معلوم ہوتی ہے۔ جیسے نحو کا قاعدہ ہے: فاعل مرفوع، مفعول منصوب اور مضاف الیہ مجرور ہوتا ہے۔ عربی زبان و ادب کے یہ تینوں اصول، فاعل، مفعول اور مضاف الیہ اپنی تمام تر جزوی صورتوں کا احاطہ کرتے ہیں یعنی کوئی فاعل، مفعول یا مضاف الیہ ایسا نہیں ہے جس کی کوئی جزئی اپنے قاعدہ

☆ اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اسلامیات، گورنمنٹ کالج کلر سیداں، راولپنڈی

کلیہ سے باہر ہو۔شریعت اسلامیہ کو سمجھنے والے علماءِ اصولیین ایک قاعدہ بیان کرتے ہیں کہ:"اَلْأَمْرُ لِلْوُجُوْبِ وَالنَّهْيُ لِلتَّحْرِيْمِ" (۶)۔(امر وجوب کے لیے اور نہی تحریم کے لیے ہوتی ہے)۔یہ قاعدہ بھی اپنی تمام جزئیات پر پوری طرح منطبق ہوتا ہے۔مگر فقہ اسلامی کے قواعد کلیہ کا معاملہ ان اصولی معاملات سے ذرا مختلف نوعیت کا ہوتا ہے۔ان میں سے کوئی قاعدہ کلیہ بھی اپنی تمام تر جزئیات وفروعات پر حاوی نہیں ہوتا بلکہ اس کی بہت سی استثنائی صورتیں ایسی بھی ہوتی ہیں جو اپنے قاعدے کے اطلاق سے باہر رہتی ہیں۔مثلاً:فقہی قاعدہ ہے:"اَلْقَدِيْمُ يُتْرَكُ عَلٰى قِدَمِهٖ" (۷)۔(قدیم کو اس کی قدامت پر چھوڑا جائے گا)لیکن ضرر کو اس سے استثنائی صورت حاصل ہوگی یعنی"اَلضَّرَرُ لَا يَكُوْنُ قَدِيْمًا" (۸)۔(ضرر کبھی قدیم نہ ہوگا)۔اسی طرح سِیَر کے حوالے سے قاعدہ ہے: "اَلْجِهَادُ وَاجِبٌ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ" (۹)۔(مسلمانوں پر جہاد واجب ہے)۔اب اس میں بہت سی ایسی استثنائی صورتیں بھی ہیں جن کے تحت جہاد ہر مسلمان پر واجب نہیں ہوتا(۱۰)۔اس لیے بعض فقہاء فقہی قاعدے کی تعریف ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

حُكْمٌ اَكْثَرِيٌّ لَا كُلِّيٌّ يَنْطَبِقُ عَلٰى اَكْثَرِ جُزْئِيَّاتِهٖ لِتُعْرَفَ اَحْكَامُهَا مِنْهُ(۱۱)۔

(قاعدہ وہ حکم اکثری ہے نہ کہ کلی،جس کا اپنی اکثر جزئیات پر اطلاق ہوتا ہو اور اس سے فقہی احکام معلوم ہو سکیں)۔

هُوَ الْحُكْمُ الْكُلِّيُّ أَوِ الْاَكْثَرِيُّ الَّذِيْ يُرَادُ بِهٖ مَعْرِفَةُ حُكْمِ الْجُزْئِيَّاتِ (۱۲)۔

(قاعدہ وہ کلی یا اکثری حکم ہے جس کا مقصد یہ ہو کہ اس کے ذریعے جزئیات کا حکم معلوم کیا جا سکے)۔

قاعدے کی درج بالا دونوں تعریفوں میں جو چیز مشترکہ طور پر پائی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ قاعدہ وہ اصول یا مقولہ ہے جس کے کہنے سے ایک عام آدمی کو بہت سے قانونی اور شرعی احکام سمجھ میں آ جائیں۔اگر عام زبان میں اس کا مفہوم ادا کیا جائے تو وہ "ایک جامع بات یا فارمولے" کے مفہوم کے قریب تر ہے۔جہاں تک اس کی قانونی اور دستوری حقیقت و ماہیت کا تعلق ہے تو مصطفیٰ احمد الزرقاء(م۱۴۲۰ھ/۱۹۹۹ء) کے بقول:"اُصُوْلٌ فِقْهِيَّةٌ كُلِّيَّةٌ فِيْ نُصُوْصٍ مُوْجِزَةٍ دَسْتُوْرِيَةٍ تَتَضَمَّنُ اَحْكَامًا تَشْرِيْعِيَّةً عَامَةً فِيْ الْحَوَادِثِ الَّتِيْ تَدْخُلُ تَحْتَ مُوْضُوْعِهَا" (۱۳)۔یعنی قواعد کلیہ وہ فقہی اصول ہیں جنہیں مختصر قانونی زبان میں اس طرح مرتب کیا گیا ہو کہ ان میں اپنے موضوع کے تحت آنے والے تمام شرعی احکام شامل ہو جائیں)۔

کتبِ فقہ میں پائے جانے والے کثیر تعداد میں قواعد کلیہ اپنی وسعت اور دائرہ کار کے اعتبار سے ایک جیسے نہیں ہیں۔ان میں سے بعض قواعد کلیہ کو اساسی حیثیت حاصل ہے جن کی فروعات تمام فقہی ابواب میں پائی جاتی ہیں۔جیسے "اَلْقَوَاعِدُ الْخَمْسُ" ہیں اور بعض قواعد کلیہ ایسے بھی ہیں جن میں اتنی گہرائی یا وسعت نہیں پائی جاتی،ان کی جزئیات صرف ایک آدھ باب کو ہی شامل ہوتی ہیں۔ایسے قاعدے کلیے کو فقہاء ضابطہ یا فائدہ کا نام دیتے ہیں(۱۴)۔ابن نجیم (م۹۷۰ھ/۱۵۶۳ء) قاعدے اور ضابطے کے درمیان فرق بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:"اِنَّ الْقَاعِدَةَ تَجْمَعُ

فُرُوْعًا مِنْ اَبْوَابٍ شَتّٰى، وَالضَّابِطُ يَجْمَعُهَا مِنْ بَابٍ وَاحِدٍ" (۱۵)۔(قاعدہ وہ ہے کہ جس کی فروعات مختلف ابواب کا مجموعہ ہوں جب کہ ضابطہ وہ ہے کہ جس کی فروعات ایک ہی باب پر مشتمل ہوں)۔ اس اعتبار سے "اَلْيَقِيْنُ لَايَزُوْلُ بِالشَّكِّ" (۱۶)۔(یقین شک کی وجہ سے زائل نہ ہوگا)۔قاعدہ کلیہ ہے کیوں کہ اس کی فروعات کسی خاص باب کے بجائے ہر باب میں پائی جاتی ہیں، جب کہ "شَعْرُ الْحَيَوَانِ فِي حُكْمِ الْمُنْفَصِلِ عَنْهُ لَا فِي حُكْمِ الْمُتَّصِلِ" (۱۷)۔(جانور کے بالوں کا حکم اس سے جدا چیز کا حکم ہے نہ کہ متصل کا)۔قاعدہ کے بجائے ضابطہ ہے کیوں کہ اس کا تعلق صرف باب الحیوانات سے ہے۔ اگر قاعدے اور ضابطے کے اس فرق کو سامنے رکھ کر فقہاء کی قواعد کلیہ سے متعلق کتب کا مطالعہ کیا جائے تو یہ تفریق واضح طور پر نظر آتی ہے۔مثلاً:

علامہ سبکیؒ (م ۷۷۱ھ/۱۳۶۹ء) نے اپنی کتاب "اَلْاَشْبَاهُ وَ النَّظَائِرُ" میں بعض قواعد کلیہ کو "اَلْقَوَاعِدُ الْعَامَّةُ" کے عنوان کے تحت لکھا ہے جب کہ کئی ایک قواعد کو "اَلْقَوَاعِدُ الْخَاصَّةُ" کا نام بھی دیا ہے اور انھیں فقہی ابواب کی ترتیب پر مدون کیا ہے۔اسی ترتیب کو امام سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ/۱۵۰۵ء) نے اختیار کیا ہے۔ انھوں نے اپنی کتاب "اَلْاَشْبَاهُ وَ النَّظَائِرُ" کے پہلے باب میں پانچ بنیادی قواعد کو مکمل شرح وبسط کے ساتھ لکھا پھر "ضوابط" کو کتاب کے پانچویں باب میں جا کر جگہ دی ہے۔ایسے ہی ابن نجیم (م ۹۷۰ھ/۱۵۶۳ء) نے اپنی کتاب "اَلْاَشْبَاهُ وَ النَّظَائِرُ" میں چھ بنیادی قواعد کلیہ کو "اَلْفَنُّ الْاَوَّلُ" کے عنوان کے تحت اور ضوابط کو "اَلْفَنُّ الثَّانِي" کے عنوان کے تحت ترتیب دیا ہے۔البتہ یہ بات ملحوظ رہے کہ قاعدے اور ضابطے کے درمیان مذکورہ بالا فرق بعض متاخرین فقہاء کا وضع کردہ ہے۔ جہاں تک قدیم فقہاء کی ترتیب کا تعلق ہے تو ان کے پیش نظر ایسی کوئی تفریق موجود نہ تھی بلکہ انھیں کتب فقہ سے جو بھی قاعدہ کلیہ دستیاب ہوا یا انھوں نے خود مستنبط کیا تو اسے قاعدہ یا ضابطہ کا نام دیے بغیر حسب ضرورت اپنی کتب میں درج کر دیا۔ایسے بے شمار قواعد کلیہ قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۸۲ھ/۷۹۸ء) کی "کتاب الخراج"، شیبانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۸۹ھ/۸۰۵ء) کی کتاب "السیر الکبیر" امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ (م ۲۰۴ھ/۸۱۹ء) کی کتاب "الأم" اور "الرسالة" امام سرخسی رحمۃ اللہ علیہ (م ۴۹۰ھ/۱۰۹۶ء) کی کتاب "المبسوط" اور "شرح السیر الکبیر"، کاسانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۵۸۷ھ/۱۱۹۱ء) کی کتاب "البدائع الصنائع"، مرغینانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۵۹۳ھ/۱۱۹۷ء) کی کتاب "الھدایة" وغیرہ میں کثرت سے پائے جاتے ہیں۔قواعد کلیہ کے موضوع پر پائی جانے والی بعض ایسی وقیع اور شہرہ آفاق کتب بھی ہیں جن میں ضوابط، فوائد یا استثنائی صورتوں ہی کا ذکر ہے لیکن ان آئمہ کبار نے انھیں بھی قواعد کلیہ کا نام دیا ہے۔مثلاً قرافی رحمۃ اللہ علیہ (م ۶۸۴ھ/۱۲۸۵ء) نے "اَلْفُرُوْق" میں "اَلضَّابِطُ" کی جگہ "اَلْقَاعِدَةُ" یا "اَلْمَسْئَلَةُ" کا لفظ استعمال کیا ہے۔اسی طرح ابن رجب رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۹۵ھ/۱۳۹۳ء) کی کتاب "القواعد فی الفقه الاسلامی" فقہی ابواب اور احکام ومسائل پر مشتمل ہے لیکن وہ انھیں "قواعد" کا نام دیتے ہیں۔

فقہاء کے نزدیک اصولی اور فقہی قاعدہ کلیہ کے درمیان بنیادی قسم کا فرق پایا جاتا ہے، کیوں کہ ان فنون میں سے ہر ایک فن اپنا مستقل وجود اور موضوع رکھتا ہے (۱۸)۔ جس بنا پر فقہاء کی ان دونوں فنون یعنی ”اصول فقہ اور احکام فقہ“ میں الگ الگ کتابیں پائی جاتی ہیں اور ان دونوں میں وہ ایسا ہی فرق روا رکھتے ہیں جیسا کہ شریعت اور فقہ میں فرق پایا جاتا ہے (۱۹)۔ بہر حال اصولی اور فقہی قواعد کلیہ کا بغور مطالعہ کیا جائے تو ان کے مابین حسبِ ذیل قسم کا فرق نمایاں طور پر نظر آتا ہے:

الف۔ اصولی قاعدہ کلیہ ادلہ شرعیہ پر مشتمل ہوتا ہے، جب کہ فقہی قاعدہ کلیہ جزئیات کے مجموعے کو کہتے ہیں۔

ب۔ اصولی قاعدہ کلیہ سے شرعی احکام مستنبط کیے جاسکتے ہیں جب کہ فقہی قاعدہ کلیہ میں یہ صلاحیت نہیں ہوتی۔

ج۔ اصولی قاعدہ کلیہ کی تمام جزئیات اپنے موضوع پر منطبق ہوتی ہیں جب کہ فقہی قاعدہ کلیہ میں تمام جزئیات کی بجائے اکثر جزئیات منطبق ہوتی ہیں اور ہر قاعدہ کلیہ میں کوئی نہ کوئی استثنائی صورت بھی موجود ہوتی ہے۔

د۔ اصولی قاعدہ کلیہ کو فقہی قاعدہ کلیہ پر ایسی ہی برتری حاصل ہے جیسی کہ اصولی طور پر قرآن مجید کو سنت نبویہؐ پر۔

ھ۔ اصولی اور فقہی قاعدہ کلیہ میں ایک فرق یہ بھی ہے کہ مجتہد اصولی قواعد کلیہ کو سامنے رکھ کر احکام شرعیہ مستنبط کرتا ہے جب کہ فقہی قاعدہ کلیہ کو احکام اور جزئیات کی تخریج کے بعد وضع کیا جاتا ہے۔

اہمیت وافادیت

فقہی قواعد کلیہ کو دنیا بھر کے مروجہ قوانین میں بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ ان کی سچائی اور افادیت کو آفاقی طور پر تسلیم کیا جاتا ہے۔ فقہ اسلامی میں پائے جانے والے قواعد کلیہ کی تخریج اور استنباط چوں کہ قرآن وسنت اور اس کے ذیلی مآخذ ومصادر پر مبنی ہوتی ہے۔ اس لیے یہ قواعد کلیہ دنیا بھر کے قانونی ضابطوں پر کئی گنا فوقیت رکھتے ہیں۔ تاریخ گواہ ہے کہ ایسے فقہائے کرام رحمۃ اللہ علیہم جنھوں نے فقہ اسلامی کے قواعد کلیہ کو مرتب کیا یا زبانی یاد کیا تو انھیں وہ مقام ومرتبہ حاصل ہوگیا جو دیگر عام علماء وفقہاء کے حصے میں نہیں آیا تھا۔ اس بنا پر ہر دور میں ایسے علماء وفقہاء پیدا ہوتے رہے ہیں جنھوں نے قواعد کلیہ کی جمع وتدوین کو ہی اپنی تحقیق کا موضوع بنائے رکھا جس کی وجہ سے آج ہمیں سینکڑوں کتب اور ہزاروں کی تعداد میں قواعد کلیہ کا وسیع ذخیرہ دستیاب ہے۔

علامہ قرافیؒ (م۶۸۴ھ/۱۲۸۵ء) فقہ اسلامی میں قواعد کلیہ کی اہمیت وافادیت کے سلسلے میں لکھتے ہیں:

”وَ هٰذِهِ الْقَوَاعِدُ مُهِمَّةٌ فِی الْفِقْهِ، عَظِيْمَةُ النَّفْعِ، وَبِقَدْرِ الْاِحَاطَةِ بِهَا يَعْظُمُ قَدْرَ الْفَقِيْهِ وَ يَشْرُفُ وَ يَظْهَرُ رَوْنَقُ الْفِقْهِ وَ يُعْرَفُ، وَ تَتَّضِحُ مَنَاهِجُ الْفَتَاوٰی وَتُكْشَفُ، فِيْهَا تَنَافَسَ الْعُلَمَاءُ، وَ تَفَاضَلَ الْفُضَلَاءُ، وَ بَرَزَ الْقَارِحُ عَلَى الْجَذَعِ، وَحَازَ قَصَبَ السَّبْقِ مَنْ فِيْهَا بَرَعَ، وَمَنْ جَعَلَ يُخْرِجُ الْفُرُوْعَ بِالْمُنَاسَبَاتِ الْجُزْئِيَةِ

دُوْنَ الْقَوَاعِدِ الْكُلِّيَّةِ،تَنَاقَضَتْ عَلَيْهِ الْفُرُوْعُ، وَ اخْتَلَفَتْ، وَ تَزَلْزَلَتْ خَوَاطِرُهٗ فِيْهَا وَ اضْطَرَبَتْ، وَضَاقَتْ نَفْسُهٗ لِذٰلِکَ وَ قَنَطَتْ،وَ احْتَاجَ إِلٰی حِفْظِ الْجُزْئِيَّاتِ الَّتِی لاتَتَنَاهٰی، وَ انْتَهَی الْعُمْرُ، وَلَمْ تَقْضِ نَفْسُهٗ مِنْ طَلَبِ مُنَاهَا، وَمَنْ ضَبَطَ الْفِقْهَ بِقَوَاعِدِهٖ اسْتَغْنٰی عَنْ حِفْظِ اَکْثَرِ الْجُزْئِيَّاتِ،لِانْدِرَاجِهَا فِی الْکُلِّيَّاتِ، وَاتَّحَدَ عِنْدَهٗ مَا تَنَاقَضَ عِنْدَغَيْرِهٖ وَ تَنَاسَبَ، وَأَجَابَ الشَّاسِعَ الْبَعِيْدَ وَ تَقَارَبَ،وَحَصَّلَ طِلْبَتَهٗ فِیْ أَقْرَبِ الْأَزْمَانِ، وَانْشَرَحَ صَدْرُهٗ لِمَاأَشْرَقَ فِيْهِ مِنَ الْبَيَانِ، فَبَيْنَ الْمَقَامَيْنِ شَأْوٌبَعِيْدٌ،وَ بَيْنَ الْمَنْزِلَتَيْنِ تَفَاوُتٌ شَدِيْدٌ"(۲۰)۔

(فقہ اسلامی میں قواعد کلیہ کی بہت زیادہ اہمیت اور افادیت ہے۔کوئی فقیہ جتنا ان پر حاوی ہوگا اتنی ہی اس کی قدر و منزلت بڑھے گی فقہ کی بہار اس پر عیاں ہوگی اور وہ باخبر عالم ہوگا۔فتویٰ دینے کے مختلف اسلوب اس پر واضح اور منکشف ہوں گے، علماء اس علم کے حصول میں ایک دوسرے پر مسابقت کرتے ہیں اور فضلاء ایک دوسرے پر فضلیت کے دعوے کرتے ہیں۔اس علم کے حاصل کرنے پر بڑا عالم چھوٹے عالم سے نمایاں ہو جاتا ہے۔اس علم کے ماہر کے قلم کی نوک مقابلے میں سبقت حاصل کرتی ہے اور جو قواعد کلیہ کو چھوڑ کر جزئیات کی مناسبت سے احکام مرتب کرتا ہے، اس پر فروعی احکام میں پائے جانے والے اختلافات مشتبہ ہو جاتے ہیں، اور خیالات اس کے متزلزل و مضطرب ہو جاتے ہیں اور کٹھن محسوس کرتے ہوئے مایوس ہو جاتا ہے اور وہ لامتناہی جزئیات یاد کرنے کا محتاج بن جاتا ہے۔عمر گزر جاتی ہے مگر اس کے نفس کی طلب پوری نہیں ہوتی۔ اس کے مقابلے میں وہ شخص جو فقہی قواعد کو ضبط کر لیتا ہے تو وہ کثیر تعداد میں جزئیات یاد کرنے سے مستغنی ہو جاتا ہے کیوں کہ یہ جزئیات ان کلیات میں شامل ہوتے ہیں۔ دوسروں کے ہاں متناقض امور اس کے ہاں یکجا اور متناسب ہو جاتے ہیں، وہ عالم چھوٹے اور بڑے مسائل کا جواب دے سکتا ہے اور اپنی علمی طلب کو مختصر وقت میں حاصل کر لیتا ہے اور اسے اس وقت شرح صدر ہو جاتا ہے جب کوئی بیان اس کے سامنے ظاہر ہوتا ہے۔ان دو مقاموں کے درمیان واضح فرق ہے)۔

علامہ قرافیؒ "الذخیرۃ" میں لکھتے ہیں:

"فَإِنَّ کُلَّ فِقْهٍ لَمْ يُخَرَّجْ عَلَی الْقَوَاعِدِ فَلَيْسَ بِشَيْئٍ"(۲۱)

(یعنی ہر وہ فقہ جس کی تخریج قواعد کے مطابق نہ ہوئی ہو، وہ کسی کام کی نہیں)۔

عثمانی ترکوں کے دور میں معرض وجود میں آنے والے "مجلة الاحكام العدلية" کے مرتبین نے جہاں مجلہ میں معاملات سے متعلقہ مسائل و احکام مرتب کیے ہیں، وہاں انھوں نے ننانوے دفعات پر مشتمل قواعد کلیہ بھی جمع کیے ہیں جن کی اہمیت و افادیت بیان کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں:

"إِنَّ الْمُحَقِّقِيْنَ مِنَ الْفُقَهَاءِ قَدْ أَرْجَعُوا الْمَسَائِلَ الْفِقْهِيَّةَ إِلَى قَوَاعِدَ كُلِّيَّةٍ، كُلٌّ مِنْهَا ضَابِطٌ وَ جَامِعٌ لِمَسَائِلَ كَثِيْرَةٍ وَ تِلْكَ الْقَوَاعِدُ مُسَلَّمَةٌ مُعْتَبَرَةٌ فِي الْكُتُبِ الْفِقْهِيَّةِ تُتَّخَذُ أَدِلَّةً لِإِثْبَاتِ الْمَسَائِلِ وَ تَفَهُّمِهَا فِي بَادِئِ الْأَمْرِ يُوْجِبُ الْاِسْتِئْنَاسَ بِالْمَسَائِلِ وَ يَكُوْنُ وَسِيْلَةً لِتَقَرُّرِهَا فِي الْأَذْهَانِ.......... ثُمَّ إِنَّ بَعْضَ هٰذِهِ الْقَوَاعِدِ وَ إِنْ كَانَ بِحَيْثُ إِذَا انْفَرَدَ يُوْجَدُ مِنْ مُشْتَمَلَاتِهِ بَعْضُ الْمُسْتَثْنَيَاتِ، لٰكِنْ لَا تَخْتَلُّ كُلِّيَّتُهَا وَ عُمُوْمُهَا مِنْ حَيْثُ الْمَجْمُوْعِ، لِمَا أَنَّ بَعْضَهَا يُخَصِّصُ وَ يُقَيِّدُ بَعْضَهَا آخَرَ" (۲۲)۔

(محققین فقہاء نے مسائل فقہیہ کو قواعد کلیہ کے تحت درج کیا ہے۔ ان میں سے ہر قاعدہ ایک ضابطہ ہے جو بہت سے مسائل کا جامع ہے۔ یہ قواعد کلیہ فقہی کتب میں بڑے معتبر اور مسلم سمجھے جاتے ہیں۔ مسائل کے حل کے لیے انھیں بطور دلیل بنایا جاتا ہے۔ ابتدائی طور پر مسائل سے مانوس ہونے اور انھیں ذہن نشین کرنے کے لیے یہ قواعد وسیلہ بنتے ہیں۔ پھر ان میں سے بعض ایسے قواعد کلیہ بھی ہیں جن کا اگر الگ حیثیت سے جائزہ لیا جائے تو ان کی جزئیات میں بعض مستثنیات بھی شامل ہوتی ہیں، لیکن اس سے مجموعی طور پر ان کی کلی اور عمومی حیثیت متاثر نہیں ہوتی کیوں کہ اگر کسی ایک قاعدے میں کوئی تخصیص پیدا ہو جاتی ہے تو دوسرے میں کوئی اور استثنائی صورت بھی پیدا ہو رہی ہوتی ہے)۔

قواعد کلیہ پر مشتمل بہت سی کتب ایسی ہیں جو "الْأَشْبَاهِ وَ النَّظَائِرِ" کے نام سے معروف ہیں۔ فقہاء نے ان کتب میں ملتے جلتے مسائل و احکام اور ان کے اسرار و رموز کو قواعد کلیہ کے تحت جمع کر دیا ہے۔

علامہ سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ/۱۵۰۵ء) (۲۳) اس سلسلے میں رقمطراز ہیں۔

"اِعْلَمْ أَنَّ فَنَّ الْأَشْبَاهِ وَ النَّظَائِرِ فَنٌّ عَظِيْمٌ، بِهِ يُطَّلَعُ عَلَى حَقَائِقِ الْفِقْهِ وَمَدَارِكِهِ، وَمَآخِذِهِ وَ أَسْرَارِهِ، وَ يُتَمَهَّرُ فِيْ فَهْمِهِ وَاسْتِحْضَارِهِ، وَ يُقْتَدَرُ عَلَى الْإِلْحَاقِ وَ التَّخْرِيْجِ، وَ مَعْرِفَةُ أَحْكَامِ الْمَسَائِلِ الَّتِي لَيْسَتْ بِمَسْطُوْرَةٍ، وَالْحَوَادِثُ وَ الْوَقَائِعُ

الَّتِي لَا تَنقَضِي عَلَى مَمَرِّ الزَّمَانِ"(۲۴)

(جان لیجیے کہ اشباہ و نظائر کا فن (علم) ایک عظیم فن ہے۔ اسی سے فقہی حقائق، اس کے مفاہیم، مآخذ اور اسرار و رموز پر اطلاع ہوتی ہے اور اسی فن سے فقہی فہم میں مہارت اور اس کے مسائل کا استحضار رہتا ہے۔ الحاق اور تخریج پر قدرت حاصل ہوتی ہے اور ان مسائل کے احکام کی معرفت حاصل ہوتی ہے جو ضبطِ تحریر میں نہیں آسکتے اور ایسے حادثات و واقعات جو گردش زمانہ سے ختم نہیں ہوتے)۔

مذکورہ بالا عبارات کا اگر تجزیہ کیا جائے تو قواعد کلیہ کی اہمیت و افادیت کے لیے حسب ذیل نکات سامنے آتے ہیں:

الف۔ قواعد کلیہ سے فقہ کی فہم اور شریعتِ اسلامیہ کے اسرار و رموز کا علم حاصل ہوتا ہے۔

ب۔ قواعد کلیہ کو یاد کرنے والے علماء کی قدر و منزلت بڑھ جاتی ہے۔

ج۔ قواعد کلیہ کے حفظ کی بنا پر علماء مذاکروں اور مباحثوں میں دوسروں پر سبقت حاصل کرتے ہیں۔

د۔ قواعد کلیہ کے ازبر ہونے سے کثیر تعداد میں جزئیات یاد کرنے سے نجات مل جاتی ہے۔

ھ۔ امتِ مسلمہ کے تمام مکاتبِ فکر کے علماء و فقہاء قواعد کلیہ کی اہمیت و افادیت کو تسلیم کرتے ہیں اس لیے ان کی کتب میں جزئیات کے ساتھ ساتھ قواعد کلیہ بھی پائے جاتے ہیں۔

و۔ قواعد کلیہ میں مہارت کی وجہ سے فکری انتشار اور فقہی اختلافات سے بچا جا سکتا ہے۔

ز۔ عمومی قواعد کلیہ کی معرفت سے مقاصد شریعت کا ادراک حاصل ہوتا ہے۔ جیسے قاعدہ کلیہ ہے "اَلضَّرُورَاتُ تُبِيحُ الْمَحْظُورَاتِ" ضرورتیں حرام چیزوں کو مباح کر دیتی ہیں۔ اس قاعدے سے معلوم ہوا کہ بندوں سے تکالیف دور کرنا اور ان کے لیے آسانیاں پیدا کرنا مقاصدِ شریعت میں سے ہے۔

عصر حاضر میں بھی قانون سازی کے وقت قواعد کلیہ (Legal Maxims) سے رہنمائی لی جاتی ہے۔ چنانچہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دساتیر ۱۹۵۶ء، ۱۹۶۲ء اور ۱۹۷۳ء میں ان سے استفادہ کیا گیا۔ موخر الذکر دستور کے آرٹیکل ۲۹ تا ۴۰ میں Principles of Policy (حکمت عملی کے اصول) کے عنوان کے تحت انھیں درج کیا گیا ہے تاکہ آئندہ قانون سازی میں انہیں پیش نظر رکھا جا سکے۔ ہماری ملکی عدالتیں بھی قانونی مقدمات کے فیصلوں میں ان قواعد کلیہ سے استفادہ کرتی ہیں۔ ایک انگریزی مقولہ ہے:

"If the law is inadequate, the maxim serves in its place."

(یعنی قانون کی عدم موجودگی میں مقولے اس کی جگہ لیتے ہیں)۔

قواعد کلیہ کا دائرۂ کار

قواعد کلیہ چوں کہ فقہی احکام وجزئیات پر مشتمل ہوتے ہیں۔اس لیے ان کے دائرہ کار اور وسعت پذیری میں فقہی ادب کا بہت زیادہ عمل دخل رہا ہے۔انسانی زندگی کے جملہ شعبوں سے متعلق جیسے قرآن وحدیث اور کتبِ فقہ میں احکام پائے جاتے ہیں ایسے ہی ان احکام پر مشتمل قواعد کلیہ کا بھی وسیع ذخیرہ پایا جاتا ہے۔مرورِ زمانہ کے ساتھ ساتھ ان دونوں شعبوں میں یکساں ترقی لازم وملزوم ہے۔

فقہاء نے قرآنِ مجید، کتب احادیث اور فقہائے کرام رحمۃ اللہ علیہ کی کتب میں بیان کردہ قواعد کلیہ کی ابواب بندی کرتے ہوئے انھیں فقہی احکام کی طرح آٹھ بڑے شعبوں میں تقسیم کیا ہے جن کا مختصر اُتعارف حسبِ ذیل ہیں:

ا۔عبادات

فقہ اسلامی کا اولین شعبہ عبادات سے متعلق ہے جس میں طہارت، نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج وغیرہ کے احکام بیان کیے جاتے ہیں۔فقہ کی ہر کتاب اسی ترتیب سے مرتب کی گئی ہے۔اسے ''فقہ العبادات'' کا نام بھی دیا جاتا ہے۔اس باب میں پائے جانے والے چند قواعد کلیہ یہ ہیں:

- لاثَوَابَ اِلَّا بِالنِّيَّةِ(۲۵)
  (نیت کے بغیر ثواب حاصل نہیں ہوتا)۔
- اِسْتِقْبَالُ الْقِبْلَةِ شَرْطٌ فِي صِحَّةِ الصَّلَاةِ(۲۶)
  (نماز کی درستی میں قبلہ کی طرف رخ کرنا شرط ہے)۔
- لاتَجِبُ الصَّلَاةُ اِلَّا عَلٰى مُسْلِمٍ(۲۷)
  (نماز صرف مسلمان پر ہوفرض ہوتی ہے)۔
- صَلَاةُ الرَّجُلِ فِي الثَّوْبِ الْحَرِيْرِ مُحَرَّمَةٌ(۲۸)۔
  (ریشمی کپڑے میں مرد کا نماز پڑھنا حرام ہے)۔
- لايَنْبَغِي لِلْمُؤَذِّنِ وَالْاِمَامِ اِنْتِظَارُ اَحَدٍاِلَّااَن يَّكُوْنَ شَرِيْراً(۲۹)۔
  (مؤذن اور امام کے لیے کسی کا انتظار کرنا درست نہیں ہے۔سوائے اس کے کہ وہ شریر ہو)۔
- لَاتَصُوْمُ الْمَرْأَةُتَطَوُّعًااِلَا بِاِذْنِ الزَّوْجِ اَوْ كَانَ مُسَافِرًا(۳۰)۔
  (عورت کا نفل روزہ رکھنا جائز نہیں ہے۔البتہ شوہر کی اجازت ہو یا وہ سفر پر ہو تو پھر جائز ہے)۔

- كُلُ الصَّدَقَاتِ حَرَامٌ عَلٰى بَنِی هَاشِمٍ(۳۱)۔
(بنی ہاشم پر کسی بھی طرح کے صدقات ممنوع ہیں)۔
- اِذَا كَانَ الْغَالِبُ السَّلَامَةَ عَلَى الطَّرِيقِ فَالْحَجُّ فَرْضٌ وَ اِلَّا لَا(۳۲)۔
(جب راستے میں غلبہ سلامتی کا ہو تو حج فرض ہے ورنہ نہیں)۔
- اَلْحَجُّ تَطَوُّعًا أَفْضَلُ مِنَ الصَّدَقَةِ النَّافِلَةِ(۳۳)۔
(نفلی حج کرنا نفلی صدقہ کرنے سے افضل ہے)۔

۲۔مناکحات

فقہ اسلامی کا دوسرا بڑا شعبہ مناکحات کا ہے جس میں عائلی زندگی سے متعلقہ امور یعنی نکاح، طلاق، خلع، ظہار، ایلاء، لعان، حقوق زوجین اور حقوق اولاد ایسے احکام بیان کیے جاتے ہیں۔اس باب کو "اَلْأَحْوَالُ الشَّخْصِيَّةُ" یا "فِقْهُ الْأُسْرَةِ" کا نام بھی دیا جاتا ہے۔اس باب سے متعلقہ چند قواعد کلیہ یہ ہیں:

- اَلْاَصْلُ فِی الْأَبْضَاعِ التَّحْرِيْمُ(۳۴)۔
(شرمگاؤں میں اصل حرمت ہے)۔
- اَلنِّكَاحُ لَايَفْسُدُ بِفَسَادِ الصَّدَاقِ(۳۵)۔
(حق مہر میں کمی بیشی سے نکاح فاسد نہیں ہوتا)۔
- كُلُ عُضْوٍ حُرِّمَ النَّظْرُ اِلَيْهِ، حُرِّمَ مَسُّهُ بِطَرِيْقِ الْاَوْلٰى(۳۶)۔
(جس عضو کی طرف دیکھنا حرام ہو اُس کو چھونا بطریق اولیٰ حرام ہوتا ہے)۔
- اَلْوَطِیءُ فِی دَارِ الْاِسْلَامِ لَايَخْلُوْعَنْ حَدٍّ أَوْ مَهْرٍ اِلَّافِی مَسْأَلَتَيْنِ(۳۷)۔
(دارالاسلام میں عورت سے صحبت سوائے دو مسئلوں کے حد یا مہر سے خالی نہیں ہوتی)۔

۳۔معاملات

فقہ اسلامی کا تیسرا بڑا شعبہ معاملات کا ہے جس میں بیع وشراء، شراکت، مضاربت، مزارعت، مساقات، اجارہ اور دیگر عقود مالیہ وغیرہ سے متعلق احکام بیان کیے جاتے ہیں۔جدید اصطلاح میں اسے "فِقْهُ الْمُعَامَلَاتِ" کا نام بھی دیا جاتا ہے۔اس شعبے سے متعلقہ چند قواعد کلیہ یہ ہیں۔

- اَلْمَعْرُوْفُ بَيْنَ التُّجَّارِ كَالْمَشْرُوْطِ بَيْنَهُم(۳۸)۔
(تاجروں میں جو بات معروف ہو وہ ایسے ہی ہے جیسے ان کے درمیان شرط ہو)۔

- كُلُ مَاجَازَ بَيْعُهُ جَازَ رَهْنُهُ وَمَالَا يَجُوْزُ بَيْعُهُ لَايَجُوْزُ رَهْنُه(۳۹)۔

(ہروہ چیز جس کی بیع جائز ہو اس کا رہن بھی جائز ہوتا ہے اور جس کی بیع جائز نہ ہو اس کا رہن بھی جائز نہیں ہے)۔

- كُلُ مَاجَازَ بَيْعُهُ جَازَتْ هِبَتُهُ وَ مَالَافَلَا(۴۰)۔

(ہروہ چیز جس کی بیع جائز ہے اس کا ہبہ بھی جائز ہے اور جس کی بیع جائز نہ ہو اس کا ہبہ بھی جائز نہیں ہے)۔

۴۔معاشرت

فقہ اسلامی کا چوتھا بڑا شعبہ معاشرت کا ہے جس میں مسلمانوں کی تہذیب وتمدن، رہن سہن، لباس، پردہ، کھانے پینے کے آداب، حلت وحرمت، غیر مسلموں سے تعلقات وغیرہ سے متعلق احکام بیان کیے جاتے ہیں۔اسے "اَلْحَظْرُ وَ الْإِبَاحَة" یا "فِقْهُ التَّعَامُلِ الْاِجْتِمَاعِی" ایسے ناموں سے موسوم کیا جاتا ہے۔اس باب سے متعلقہ چند قواعد کلیہ یہ ہیں:

- مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَمِنْهُمْ(۴۱)۔

(جوشخص جس قوم کے ساتھ مشابہت اختیار کرے گا اس کا شمار اسی سے ہوگا)۔

- اِذَا اجْتَمَعَ الْحَلَالُ وَالْحَرَامُ غَلَبَ الْحَرَامُ(۴۲)۔

(جب حلال اور حرام جمع ہو جائیں تو حرام غالب تصور ہوگا)۔

- اَلْأَصْلُ فِي الْأَشْيَاءِ الْإِبَاحَةُ حَتّٰى يَدُلَّ الدَّلِيْلُ عَلَى التَّحْرِيْمِ(۴۳)۔

(اشیا میں اصل اباحت ہے جب تک کہ اس پر حرمت کی دلیل قائم نہ ہو)۔

- مَا حُرِّمَ أَخْذُهُ حُرِّمَ إِعْطَاءُ ہٗ(۴۴)۔

(جس چیز کا لینا حرام ہے اس کا دینا بھی حرام ہے)۔

- لُبْسُ الْحَرِيْرِ الْخَالِصِ حَرَامٌ عَلَى الرَّجُلِ اِلَّالِدَفْعِ قُمَّلٍ أَوْ حَكَّةٍ(۴۵)۔

(خالص ریشم کا پہننا مرد پر حرام ہے سوائے اس کے کہ اس کا پہننا خارش یا جوؤں کے دفع کے لیے ہو)۔

۵۔خلافت وامارت

فقہ اسلامی کا پانچواں بڑا شعبہ خلافت وامارت کا ہے۔ اس میں معاشرے کے لیے حکومت و ریاست کی ضرورت، سربراہِ مملکت وانتظامیہ اور رعایا کے حقوق وفرائض اور انتظامیہ وغیرہ سے متعلق احکام بیان کیے جاتے ہیں۔اسے احکام سلطانیہ، سیاستِ شرعیہ اور فقہٗ دستوری ایسے نام بھی دیے جاتے ہیں۔اس شعبے سے

متعلقہ چند قواعد کلیہ یہ ہیں۔

- تَصَرُّفُ الْإِمَامِ عَلَى الرَّعِيَّةِ مَنُوطٌ بِالْمَصْلَحَةِ(۴۶)۔

(امام کا عوام پر اقتدار ان کی فلاح و بہبود سے وابستہ ہے)۔

- لَيْسَ لِلْإِمَامِ أَن يُّخْرُجَ شَيْئاً مِنْ يَدِأَحَدٍ إِلَّا بِحَقٍّ ثَابِتٍ مَعْرُوفٍ(۴۷)۔

(امام کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ کسی کی ملکیت سے کوئی چیز خارج کرے سوائے اس کے کہ کوئی معروف اور ثابت شدہ حق ہو)۔

- اِقَامَةُ الْحُدُوْدِ وَ رَفْعُ التَّنَازُعِ فِي الْحُقُوْقِ يَخْتَصُّ بِالْحُكَّامِ(۴۸)۔

(حدود کا قائم کرنا اور معاملات میں جھگڑوں کو ختم کرنا حکام کے ساتھ خاص ہے)۔

- مَنْزِلَةُ الْإِمَامِ مِنَ الرَّعِيَّةِ مَنْزِلَةُ الْوَلِيِّ مِنَ الْيَتِيْمِ(۴۹)۔

(عوام کی جانب سے امام کا مقام یتیم کی طرف سے ولی کے مقام کی طرح ہوتا ہے)۔

- اَلْوِلَايَةُ الْخَاصَّةُ أَقْوٰى مِنَ الْوِلَايَةِ الْعَامَّةِ(۵۰)۔

(خاص سرپرستی عام سرپرستی سے قوی تر ہوتی ہے)۔

۶۔ جنایات

فقہ اسلامی کا چھٹا شعبہ جنایات یعنی قانون فوجداری (Criminal Law) سے متعلق ہے۔ اس باب میں انسانی جان کے خلاف سرزد ہونے والے جرائم اور ان کی سزاؤں سے متعلق احکام بیان کیے جاتے ہیں۔ اس باب سے متعلق چند قواعد کلیہ یہ ہیں۔

- اَلْحُدُوْدُ تَسْقُطُ بِالشُّبُهَاتِ(۵۱)۔

(شبہات سے حدود ساقط ہو جاتی ہیں)۔

- اَلتَّعْزِيْرُ اِلَى الْإِمَامِ عَلٰى قَدْرِ عِظَمِ الْجُرْمِ وصِغَرِهٖ(۵۲)۔

(امام کی طرف سے تعزیری سزا جرم کے چھوٹے اور بڑے ہونے کے حساب سے ہوگی)۔

- اَلْعَاقِلَةُ لَاتَعْقِلُ الْعَمَدَ اِلَّا فِيْ مَسْئَلَةٍ(۵۳)۔

(عاقلہ عمداً سرزد ہونے والے جرم میں ساتھ نہ دیں گے سوائے ایک مسئلہ کے"

- جِنَايَةُ الْعَجْمَاءِ جُبَارٌ(۵۴)۔

(جانوروں کی تقصیر معاف ہوتی ہے)۔

۷۔ادب القاضی

فقہ اسلامی کا ساتواں شعبہ ادب القاضی ہے۔اس شعبے میں اسلام کے عدالتی نظام پر بحث کی جاتی ہے۔جس میں منصب قضا کی اہمیت،فضلیت،قاضی کے لیے شرائط تقرروعزل،آداب عدالت،قاضی کے لیے مراعات،دعویٰ اور جواب دعویٰ کے اسباب اورارکان وشرائط،مدعی،مدعی علیہ،دائرہ اختیار سماعت،فیصلے کا طریق کار،سمن اور طلبی،شہادت اور نصاب شہادت وغیرہ سے متعلق احکام بیان کیے جاتے ہیں۔اس شعبے سے متعلق چند قواعد کلیہ یہ ہیں:

- اَلْقَاضِیُ لَایَقْضِیُ اِلَّا بِالْحُجَّةِ(۵۵)۔(قاضی بغیر کسی دلیل کے فیصلہ نہیں کرتا)۔
- خَطَأُ الْقَاضِی فِیْ بَیْتِ الْمَالِ(۵٦)۔(قاضی کی غلطی کا ہرجانہ بیت المال سے ادا ہوگا)۔
- اَلْبَیِّنَةُ عَلَى الْمُدَّعِیْ وَ الْیَمِیْنُ عَلٰى مَنْ أَنْکَرَ(۵۷)۔
  (دلائل کا پیش کرنا مدعی پر ہے اور قسم اس پر ہے جو انکار کرے)۔
- اَلثَّابِتُ بِا لْبَیِّنَةِ الْعَادِلَةِ کَا لثَّابِتِ مُعَایَنَةً(۵۸)۔
  (جو چیز دلائلِ صحیحہ سے ثابت ہو وہ عینی طور پر ثابت شدہ چیز کی مانند ہوگی)۔
- اَلْمَرْءُ مُؤَاخِذٌ بِإِقْرَارِہٖ(۵۹)۔(آدمی اپنے اقرار سے پکڑا جاتا ہے)۔
- اِذَا نَکَلَ الْمُدَّعَی عَلَیْهِ رُدَّتِ الْیَمِیْنُ عَلَى الْمُدَّعِی(٦۰)۔
  (جب مدعی علیہ قسم اٹھانے سے انکار کرے تو مدعی پر قسم کو لوٹایا جائے گا)۔

۸۔السِّیَر

فقہ اسلامی کا آٹھواں شعبہ السِّیَر سے متعلق ہے۔جسے اسلام کے بین الاقوامی قانون جنگ وصلح اور جہاد ایسے ناموں سے تعبیر کیا جاتا ہے۔قرآن وحدیث اور کتبِ فقہ میں اس سے متعلق مفصل احکام اور قواعد کلیہ پائے جاتے ہیں۔جن میں سے چند یہ ہیں۔

- اَ لْجِهَادُ وَ اجِبٌ عَلَى الْمُسْلِمِیْنَ (٦۱)۔(جہاد تمام مسلمانوں پر واجب ہے)۔
- فَرْضُ الْجِهَادِ فِی الْجَمَاعَةِ دُوْنَ الْاِنْفِرَادِ(٦۲)۔
  (جہاد مسلمانوں پر انفرادی فرض کی بجائے اجتماعی فریضہ ہے)۔
- فَرْضِیَّةُ الْخُرُوْجِ عِنْدَ النَّفِیْرِ الْعَامِّ کَفَرْضِیَّةِ الصَّوْمِ وَالصَّلَاةِ(٦۳)۔
  (نفیر عام کے وقت جنگ کے لیے نکلنے کی فرضیت روزے اور نماز کی طرح فرض ہے۔''
- لَایَجِبُ الْجِهَادُ عَلٰى غَیْرِ مُسْتَطِیْعٍ (٦۴)۔

(جس مسلمان میں استطاعت نہ ہو اس پر جہاد واجب نہیں ہے)۔

- مَایُعِینُ الْمَرْءَ عَلَی الْجِهَادِ فَهُوَ مَنْدُوبٌ اِلَی اِکْتِسَابِه (۶۵)۔

(جو چیز جہاد کے موقع پر معاون ہو اس کا حاصل کرنا مستحب ہے)۔

- دَارُ الْبُغْيِ کَدَارِ الْحَرْبِ (۶۶)۔ (باغیوں کے زیر قبضہ علاقہ دار الحرب کی مانند ہوتا ہے)۔

- اِنَّ الْبُغَّاةَ مُسْلِمُوْنَ (۶۷)۔ (بلاشبہ [شرعی اعتبار سے] باغی مسلمان ہوتے ہیں)۔

- اَلغُنْمُ بِالغُرْمِ (۶۸)۔ (غنیمت نقصان کے مقابلے میں ہوتی ہے)۔

- أَمَانُ الْوَاحِدِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ بِمَنْزِلَةِ أَمَانِ جَمَاعَتِهِم (۶۸)۔

(مسلمانوں میں سے کسی ایک شخص کی طرف سے امان بمنزلہ جماعت کی امان ہوگی)۔

- أَمَانُ الْخَوَارِجِ لِأَهْلِ الْحَرْبِ جَائِزٌ کَأَمَانِ أَهْلِ الْعَدْلِ (۷۰)۔

(اہل حرب کے لیے خوارج کی امان اہل عدل کی امان کی مانند جائز ہے)۔

- اِنَّ الرَّسُوْلَ مِنَ الْجَانِبَيْنِ يَكُوْنُ آمِناً مِنْ غَيْرِ اسْتِئْمَانٍ (۷۱)۔

(سفیر بغیر امان لیے دونوں جانب سے مامون ومحفوظ ہوگا)۔

- عِبَارَةُ الرَّسُوْلِ کَعِبَارَةِ الْمُرْسِلِ (۷۲)۔

(سفیر کی بات گویا سفیر بھیجنے والے کی بات ہوتی ہے)۔

جمع وتدوین میں اسلوب ومنہج

عصر حاضر میں قواعد کلیہ کے موضوع پر پائی جانے والی کتب کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ فقہاء نے قواعد کلیہ کی جمع وتدوین کے وقت کسی خاص منہج اور اسلوب کو اختیار نہیں کیا بلکہ جب بھی کسی فقیہ نے اس موضوع پر قلم اٹھایا تو اس نے ایک نئی طرح ڈالی اور جدت کو اختیار کیا، جس کی وجہ سے ہمارے پاس آج قواعد کلیہ کے متعدد مناہج اور اسالیب پائے جاتے ہیں، جن میں سے چند معروف اسلوب حسب ذیل ہیں:

ا۔ بلا عنوان ترتیب

یہ اسلوب عام طور پر قواعد کلیہ کی ابتدائی کتب میں پایا جاتا ہے، جن میں اصولی اور فقہی قواعد کلیہ کی تفریق کے بغیر ہر طرح کے قواعد کو جمع کیا گیا ہے مثلاً: امام کرخی کا رسالہ "اصول الکرخی" اور ابن وکیل کی "الأشباہ و النظائر" اور الونشریسی کی "إیضاح المسالک الی قواعد الامام مالک" وغیرہ ایسی کتب میں یہ اسلوب واضح طور پر نظر آتا ہے۔

۲۔فقہی ابواب کی ترتیب

بعض فقہاء نے فقہی ابواب کی ترتیب کوملحوظ رکھتے ہوئے قواعد کلیہ اوران کی جزئیات کومدون کیا ہے، یہ اسلوب بغیر عنوان وترتیب کی نسبت بہتر ہے۔اسے مقری نے اپنی کتاب ''القواعد''،ابن الملقن نے اپنی کتاب ''الأشباہ و النظائر''،ابن خطیب الدھشۃ نے اپنی کتاب ''مختصر قواعد العلائی'' اورمحمود حمزہ نے اپنی کتاب ''الفرائد البھیة فی القواعد و الفوائد الفقھیة'' میں اختیار کیا ہے۔

۳۔موضوعی ترتیب

بعض فقہاء نے کسی خاص موضوع کو سامنے رکھ کر قواعد کلیہ کو جمع کیا ہے مثلاً: دبوسیؒ نے اپنی کتاب ''تاسیس النظر'' میں فقہاء کے اختلافات کوموضوع بنا کر قواعد کلیہ کوجمع کیا ہے۔اسی طرح''مجلة الاحکام العدلیة'' کی ابتدائی ۲تا۱۰۰(۹۹)دفعات میں صرف معاملات سے متعلق قواعد کلیہ کوجمع کیا گیا ہے۔

۴۔الف بائی ترتیب

بعض فقہاء نے حروفِ تہجی کی ترتیب سے قواعد کلیہ کوجمع کیا ہے جیسے: زرکشی نے ''المنثور فی القواعد'' اورخادمی نے ''مجامع الحقائق'' میں اس ترتیب کوپیشِ نظر رکھا ہے۔

۵۔حسب اہمیت ترتیب

کتبِ فقہ میں پائے جانے والے قواعد کلیہ چونکہ یکساں اہمیت کے حامل نہیں ہیں اس لیے بعض فقہاء نے ان کی ضرورت واہمیت کے پیشِ نظر ان میں تقدیم وتاخیر کوروا رکھا ہے۔جیسے سبکی نے اپنی کتاب ''الأشباہ و النظائر'' میں قواعد کلیہ کوتین اقسام پر تقسیم کیا ہے یعنی:

(i) القواعدالخمس

(ii) القواعد العامة

(iii) القواعد الخاصة

سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''الاشباہ و النظائر فی الفروع'' میں اورابن نجیم رحمۃ اللہ علیہ نے ''الاشباہ و النظائر'' میں جزوی ترمیم کے ساتھ مصنف مذکور کی اسی ترتیب کواختیار کیا ہے جب کہ العلائی نے اپنی کتاب ''قواعد العلائی'' میں قواعدِ خمس کے بعد قواعدِ اصولیہ اور پھر قواعدِ فقھیہ کواہمیت کے اعتبار سے مرتب کیا ہے۔

استنباط میں اسلوب ومنہج

فقہاء نے قواعد کلیہ کے استنباط میں متعدد اسلوب اختیار کیے ہیں ان میں سے چند ایک یہ ہیں:

لفظ ''اَلْأَصْلُ'' کا استعمال

اس اسلوب کے بانی ابوالحسن الکرخی (م ۳۴۰ھ/۹۵۱ء) ہیں۔ انھوں نے تمام قواعد کلیہ کی ابتداء لفظ ''الاصل'' سے کی ہے مثلاً: اَلْأَصْلُ اَنَّ مَاثَبَتَ بِالْيَقِينِ لَايَزُوْلُ بِالشَّكِّ (۷۳)۔ یعنی (اصول یہ ہے کہ جو چیز یقین سے ثابت ہو وہ شک کی بنیاد پر زائل نہ ہوگی)۔ اس اسلوب کو بعد میں آنے والے کئی فقہاء نے کلی طور پر اور بعض نے جزوی طور پر اختیار کیا ہے۔ مثلاً دبوسی (م ۴۳۰ھ/۱۰۳۹ء) نے ''تَأْسِيسُ النَّظَرِ'' میں تمام قواعد کلیہ کی ابتداء لفظ ''اَلْأَصْلُ'' سے ہی کی ہے جیسے: اَلْأَصْلُ أَنَّ أُمَّ الْوَلَدِلَيْسَتْ بِمَالٍ وَ لَا قِيْمَةٍ لَهَا عِنْدَه، خِلَافاً لَهُمَا (۷۴)۔ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اصول یہ ہے کہ ام ولد نہ تو مال ہے اور نہ ہی اس کی کوئی قیمت ہے جب کہ صاحبین اس اصول سے اختلاف کرتے ہیں۔

جن فقہاء نے جزوی طور پر اس اسلوب کو اختیار کیا، ان میں سبکیؒ (م ۷۷۱ھ/۱۳۶۹ء) سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ/۱۵۰۵ء) اور ابن نجیم (م ۹۷۰ھ/۱۵۶۳ء) وغیرہ ایسے فقہاء شامل ہیں، ان کی کتب میں پائے جانے والے چند قواعد کلیہ یہ ہیں۔

- اَلْأَصْلُ بَرَاءَةُ الذِّمَّةِ (۷۵)۔ (ذمہ داری سے برأت اصل ہے)۔
- اَلْأَصْلُ فِي الْمَيْتَاتِ اَلنَّجَاسَةُ (۷۶)۔ (مردہ جانوروں میں اصل نجاست ہے)۔
- اَلْأَصْلُ فِي الْحَيْوَانَاتِ الطَّهَارَةُ (۷۷)۔ (زندہ جانوروں میں اصل طہارت ہے)۔
- اَلْأَصْلُ فِي الْاَشْيَاءِ الْإِبَاحَةُ حَتّٰى يَدُلَّ الدَّلِيْلُ عَلَى التَّحْرِيْمِ (۷۸)۔
  (اشیا میں اصل اباحت ہے جب تک کہ ان کی حرمت پر کوئی دلیل قائم نہ ہو)۔
- اَلْأَصْلُ فِي الْأَبْضَاعِ اَلتَّحْرِيْم (۷۹)۔ (عورتوں کے معاملات میں اصل حرمت ہے)۔
- اَلْأَصْلُ فِي الْكَلَامِ اَلْحَقِيْقَةُ (۸۰)۔ (کلام میں اصل حقیقت ہے)۔

۲۔ لفظ ''كُلٌّ'' کا استعمال

سبکیؒ (م ۷۷۱ھ/۱۳۶۹ء) زرکشیؒ (م ۷۹۴ھ/۱۳۹۲ء) اور کچھ دیگر فقہاء نے بعض قواعد کلیہ کی ابتدا لفظ ''کُلٌّ'' سے کی ہے مثلاً:

- كُلُّ مَيْتَةٍ نَجِسَةٌ إِلَّا السَّمَكُ وَ الْجَرَادُ (۸۱)۔ (مچھلی اور ٹڈی کے علاوہ ہر مردار نجس ہے)۔
- كُلُّ حُرٍّ يُقْبَلُ خَبَرُه، تُقْبَلُ شَهَادَتُه، (۸۲)۔ (ہر آزاد آدمی جس کی خبر قابلِ قبول ہو، اس کی شہادت بھی

قابلِ قبول ہوگی)۔

- كُلُّ مَاحَرُمَ نَظَرُه، حَرُمَ مَسُّه، (۸۳)۔ ہر وہ چیز جس کا دیکھنا حرام ہو، اس کا مس کرنا بھی حرام ہے۔

۳۔ لفظ ''هَلْ'' کا استعمال

اختلافی مسائل سے متعلق قواعد کلیہ کو بعض علماء استفہامی اسلوب میں مدون کرتے ہیں اور پھر ان کے ذیل میں مسائل استنباط کرنے کے بعد درج کرتے ہیں۔ ابن رجبؒ (م۷۹۵ھ/۱۳۹۳ء) نے اپنی کتاب ''القواعد فی الفقه الاسلامی'' اور ابن اللحام (م۸۰۴ھ/۱۴۰۱ء) نے ''القواعد والفوائد الاصولية'' میں اس اسلوب کو اختیار کیا ہے۔ چنانچہ ان کی کتب میں پائے جانے والے چند قواعد کلیہ یہ ہیں:

- اَلْمَاءُ الْجَارِيْ هَلْ هُوَ كَالرَّاكِدِ اَوْ كُلُّ جَرْيَةٍ مِنْهُ لَهَا حُكْمُ الْمَاءِ الْمُنْفَرِدِ (۸۴)۔ (کیا جاری پانی کا حکم کھڑے پانی کی طرح ہے یا ہر جاری پانی کا الگ سے حکم ہے؟)
- اَلْحَمْلُ هَلْ لَه، حُكْمٌ قَبْلَ اِنْفِصَالِهِ أَمْ لاَ؟ (۸۵) (کیا حمل کے لیے اس کے انفصال سے قبل الگ حکم ہے یا نہیں؟)
- اَلْوَاجِبُ بِالنَّذْرِ، هَلْ يَلْحَقُ الْوَاجِبُ بِالشُّرُوْعِ أَوْ بِالْمَنْدُوْبِ؟ (۸۶) نذرِ واجب شرعی واجب سے ملحق ہے یا مستحب سے؟
- اَلْفَرَضُ وَالْوَاجِبُ هَلْ هُمَا مُتَرَادِفَانِ شَرْعاً؟ (۸۷) کیا فرض اور واجب شرعی اعتبار سے دونوں مترادف ہیں؟
- اِجْمَاعُ الْخُلَفَاءِ الْاَرْبَعَةِ هَلْ هُوَ حُجَّةٌ أَوْلَا؟ (۸۸) کیا خلفائے اربعہ رضی اللہ عنہم کا اجماع حجت ہے یا نہیں؟
- اَلْكُفَّارُ مُخَاطَبُوْنَ بِالْاِيْمَانِ اِجْمَاعًا، وَهَلْ يُخَاطَبُوْنَ بِفُرُوْعِ الْاِسْلَامِ؟ (۸۹) کفار اجتماعی طور پر تو ایمان کے مخاطبین ہیں۔ کیا وہ فروعاتِ اسلام کے بھی مخاطب ہیں؟

۴۔ سادہ جملوں کا استعمال

قواعد کلیہ اور فقہی احکام کی کتب میں کثیر تعداد ایسے قواعد کلیہ کی بھی ہے جو اپنی ساخت اور بناوٹ میں تو انتہائی سادہ جملے معلوم ہوتے ہیں لیکن مفہوم کے اعتبار سے وہ جوامع الکلم ہیں اور قواعد کلیہ کے معیار پر پورا اترتے ہیں۔ قواعد کلیہ کا یہ اسلوب قرآن وسنت کے مزاج ومنہج کے بہت زیادہ قریب ہے۔

قواعد کلیہ پر فقہاء کی تحقیقی کتب

قواعد کلیہ کو بطور فن قرار دینے اور انھیں فقہی کتب سے علیحدہ کر کے یاد کرنے اور مدون کرنے کا کام اگرچہ

فقہائے احناف نے شروع کیا تھا لیکن بعد کے ادوار میں اس موضوع نے اتنی اہمیت اختیار کی اور شہرت پائی کہ تمام مشہور فقہی مسالک کے علماء وفقہاء کو اس پر قلم اٹھانا پڑا۔ یہی وجہ ہے کہ آج قواعد کلیہ اوران کی تشریحات پر مشتمل کثیر تعداد میں تمام مکاتبِ فکر کی کتب پائی جاتی ہیں۔ جن میں سے ہر فقہی مسلک کی بنیادی کتب کا مختصر اًتعارف حسبِ ذیل ہے۔

فقہائے احناف کی کتب

اُصُوْلُ الْکَرْخِي (م۳۴۰ھ/۹۵۱ء)

اس کتاب کے مؤلف عبید اللہ بن الحسین بن دَلّال ہیں جو "ابو الحسن الکرخی" کے نام سے مشہور ہیں۔ کرخ عراق کے مضافات میں ایک بستی ہے جس کی وجہ سے کرخی کہلائے، بغداد میں رہے اور ادھر سے ہی تعلیم حاصل کرنے کے بعد درس و تدریس کا کام شروع کیا، یہاں تک کہ عراق میں انھیں احناف کے چوٹی کے علماء میں شمار کیا گیا۔ "اُصُوْلُ الشَّاشِي" کے مصنف ابوعلی احمد بن محمد الشَّاشِي (م۳۴۴ھ/۹۵۵ء)(۹۰) "اَحْکَامُ الْقُرْآنِ" کے مصنف ابوبکر الجَصَّاص (م۳۷۰ھ/۹۸۰ء)(۹۱) ایسے لوگ ان کے شاگرد ہوئے ہیں۔ انھوں نے محمد بن حسن اَلشَّيْبَانِي کی کتب "الجامع الصغیر" اور "الجامع الکبیر" کی شروح بھی لکھی ہیں(۹۲)۔ "اُصُوْلُ الْکَرْخِي" قواعد کلیہ سے متعلق ان کا مختصر سا رسالہ ہے جس میں انھوں نے چالیس قواعد کلیہ کو جمع کیا ہے۔ جن کے متعلق ان کی رائے ہے کہ یہ فقہ حنفی کی بنیاد ہیں۔ ان میں سے کچھ قواعد کلیہ تو عمومی نوعیت کے ہیں جنھیں فقہ اسلامی کا سرمایہ کہا جا سکتا ہے۔ جیسے قاعدہ نمبر ا ہے: "اَلْأَصْلُ اَنَّ مَاثَبَتَ بِالْیَقِیْنِ لَایَزُوْلُ بِالشَّکِّ" یعنی (قاعدہ یہ ہے کہ جو چیز یقین سے ثابت ہو وہ شک کی بنیاد پر زائل نہ ہوگی)۔ بعض قواعد کلیہ ایسے ہیں جو محض حنفی طرز استدلال اور اسلوب اجتہاد کا پتہ دیتے ہیں جیسے قاعدہ نمبر ۴ ہے: "اَلْأَصْلُ اَنَّهٗ یُعْتَبَرُ فِي الدَّعَاوِیْ مَقْصُوْدُ الْخَصْمَیْنِ فِي الْمُنَازَعَةِ دُوْنَ الظَّاهِرِ" یعنی "قاعدہ یہ ہے کہ فوجداری مقدمات میں ظاہر کی بجائے جھگڑا کرنے والے فریقین کے مقصود کا اعتبار کیا جائے گا)۔ ان کے بیان کردہ قواعد میں سے بعض ایسے قواعد کلیہ بھی ہیں جنھیں غیر حنفی فقہاء نے شدید تنقید کا نشانہ بنایا ہے مثلاً قاعدہ نمبر ۲۹: "اَلْأَصْلُ اَنَّ کُلَّ آیَةٍ تُخَالِفُ اَصْحَابَنَا فَإِنَّهَا تُحْمَلُ عَلَى النَّسْخِ اَوْ عَلَى التَّرْجِیْحِ وَالْاَوْلٰی اَنْ تُحْمَلَ عَلَى التَّاوِیْلِ مِنْ جِهَةِ التَّوْفِیْقِ" یعنی قاعدہ یہ ہے کہ ہر وہ آیت جو ہمارے اصحاب (احناف) کے قول کے خلاف ہو تو اسے منسوخ یا کسی اور دلیل کو اس پر ترجیح سمجھا جائے اور اولیٰ یہ ہے کہ حسب توفیق اس کی تاویل کر دی جائے" امام کرخی کے اس قاعدے یا اس جیسے ایک آدھ اور قاعدے کو بعض علماء قواعد کلیہ میں شمار نہیں کرتے جس کی وجہ سے مختلف کتب میں ان کی تعداد ایک جیسی نہیں ہے(۹۳)۔

بہرحال ان اختلافی قواعد کلیہ کو نکال بھی دیا جائے تو "اصول الکرخی" کو اپنے موضوع پر سب سے پہلی کتاب ہونے کا جو شرف حاصل ہے وہ کسی اور کتاب کو حاصل نہیں۔ کرخی کے بیان کردہ قواعد کلیہ کی بعد میں آنے والے

ایک نامور حنفی فقیہ نجم الدین نسفیؒ (م ۵۳۷ھ/۱۱۴۲ء) (۹۴) نے ان کی تشریح و توضیح کی اور ہر قاعدے کے تحت اس کی جزئی صورتوں کو مثالوں سے واضح کر کے کتاب کی افادیت کو دوبالا کر دیا ہے۔

تأسیس النظر (م ۴۳۰ھ/۱۰۳۹ء)

اس کتاب کے مؤلف ابوزید عبداللہ بن عمر بن عیسیٰ، اَلْدَّبُوْسِی ہیں۔ بخارا اور سمرقند کے درمیان ایک چھوٹے سے شہر "الدَّبُوسِیَّة" کی نسبت سے دبوسی کہلائے۔ یہ اپنے علاقے کے ایسے شیخ تھے جو شرعی دلائل میں ضرب المثال مانے جاتے تھے، اس لیے بخارا و سمرقند میں مناظر کے طور پر مشہور ہوئے (۹۵)۔ ابن خَلِّکان (م ۶۸۱ھ/۱۲۸۲ء) (۹۶) کے نزدیک دبوسی فقہ حنفی کے کبار علماء میں سے تھے، فقہاء میں سے یہ وہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے "عِلْمُ الخِلَافِ" وضع کیا تھا (۹۷)۔

دبوسی نے "تَأْسِیْسُ النَّظَر" میں کل چھیاسی قواعد کلیہ بیان کیے ہیں جنہیں حسب ذیل آٹھ اقسام پر تقسیم کیا جاتا ہے یعنی:

قسم اوّل: ابوحنیفہ اور صاحبین (ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ و محمد رحمۃ اللہ علیہ) کے درمیان اختلاف پر مبنی قواعد کلیہ۔

قسم دوم: شیخین (ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ و ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ) اور محمد رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان اختلافات پر مبنی قواعد کلیہ۔

قسم سوم: طرفین (ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ و محمد رحمۃ اللہ علیہ) اور ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان اختلافات پر مبنی قواعد کلیہ۔

قسم چہارم: صاحبین (ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور محمد رحمۃ اللہ علیہ) کے درمیان اختلافات پر مبنی قواعد کلیہ۔

قسم پنجم: فقہائے ثلاثہ (ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور زفر رحمۃ اللہ علیہ) کے درمیان اختلافات پر مبنی قواعد کلیہ۔

قسم ششم: ائمہ احناف اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان اختلافات پر مبنی قواعد کلیہ۔

قسم ہفتم: ائمہ احناف اور ابن ابی لیلیٰ رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان اختلافات پر مبنی قواعد کلیہ۔

قسم ہشتم: ائمہ احناف اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان اختلافات پر مبنی قواعد کلیہ۔

دبوسی رحمۃ اللہ علیہ نے ائمہ کے مابین پائے جانے والے اصولی اختلافات کو سمجھانے کے لیے ہر قاعدے کے ساتھ فقہی احکام کی مثالیں بھی دی ہیں۔

الأشباه والنظائر لابن نُجَیم (م۹۷۰ھ/۱۵۶۳ء)

اس کتاب کے مؤلف زین الدین بن ابراہیم بن محمد ہیں جو ابن نجیم کے نام سے مشہور ہیں۔انھوں نے اپنی کتاب کو سات مختلف حصوں میں تقسیم کیا ہے اور ہر حصے کو ایک مستقل فن کی حیثیت دی ہے۔ جیسے:

اَلْفَنُّ الْاَوَّلُ: فَنُّ الْقَوَاعِدِ

اَلْفَنُّ الثَّانِیُ: فَنُّ الْفَوَائِدِ

اَلْفَنُّ الثَّالِثُ: فَنُّ الْجَمْعِ وَ الْفَرْقِ

اَلْفَنُّ الرَّابِعُ: فَنُّ الْاَلْغَازِ

اَلْفَنُّ الْخَامِسُ: فَنُّ الْحِیَلِ

اَلْفَنُّ السَّادِسُ: فَنُّ الْفُرُوْقِ

اَلْفَنُّ السَّابِعُ: فَنُّ الْحِکَایَاتِ وَ الْمُرَسَلَاتِ

مذکورہ بالا فنون کا مختصر اَتعارف حسبِ ذیل ہے:

اَلْفَنُّ الْاَوَّل میں کل پچیس (۲۵) قواعد کلیہ بیان کیے گئے ہیں اور پھر ان پچیس کو دو انواع پر تقسیم کیا گیا ہے۔ نوعِ اوّل میں چھے بنیادی قواعد کلیہ بیان کیے ہیں جن کے متعلق ابن نجیم کی رائے ہے کہ یہ فقہ اسلامی کے وہ اساسی قواعد کلیہ ہیں جن پر فقہ اسلامی کی تمام عمارت قائم ہے اور دیگر قواعد کلیہ اور فوائد کی حیثیت ثانوی اور فروعی ہے۔ یہ چھے اساسی قواعد کلیہ حسب ذیل ہیں:

اَلْقَاعِدَۃُ الْاُوْلٰی: لَاثَوَابَ اِلَّا بِالنِّیَّۃِ: (ثواب نہیں ہے مگر نیت کے ساتھ)۔

اَلْقَاعِدَۃُ الْثَّانِیَۃ: اَلْاُمُوْرُ بِمَقَاصِدِھَا: (معاملات اپنے مقاصد کے ساتھ رہتے ہیں)۔

اَلْقَاعِدَۃُ الْثَّالِثَۃ: اَلْیَقِیْنُ لَایَزُوْلُ بِالشَّکِّ: (شک کی وجہ سے یقین زائل نہ ہوگا)۔

اَلْقَاعِدَۃُ الرَّابِعَۃ: اَلْمَشَقَّۃُ تَجْلِبُ التَّیْسِیْرَ: (مشقت آسانی لاتی ہے)۔

اَلْقَاعِدَۃُ الْخَامِسَۃ: اَلضَّرَرُ یُزَالُ: (نقصان کو دور کیا جائے گا)۔

اَلْقَاعِدَۃُ السَّادِسَۃ: اَلْعَادَۃُ مُحْکِمَۃٌ: (عوام میں رائج عادت مضبوط بنیاد ہوتی ہے)۔

نوعِ ثانی میں انھوں نے کل انیس قواعد کلیہ جمع کیے ہیں جن کے متعلق ان کی رائے ہے کہ جزئی صورتوں پر ان کا انحصار نہیں ہوتا، ان میں سے چند قواعد حسبِ ذیل ہیں:

- اَلْاِجْتِھَادُ لَایُنْقَضُ بِالْاِجْتِھَادِ: (ایک اجتہاد کو دوسرے اجتہاد سے باطل نہ کیا جائے گا)۔
- اِذَا اجْتَمَعَ الْحَلَالُ وَ الْحَرَامُ غَلَبَ الْحَرَامُ (جب حلال اور حرام جمع ہو جائیں تو حرام کو غالب متصور

کیا جائے گا)۔

- اَلتَّابِعُ تَابِعٌ (تابع تابع ہی رہے گا)۔
- تَصَرُّفُ الْإِمَامِ عَلَى الرَّعِيَّةِ مَنُوطٌ بِالْمَصْلِحَةِ
  (امام کا عوام پر اقتدار ان کی فلاح و بہبود سے وابستہ ہے)۔
- اَلْحَدُوْدُ تُدْرَءُ بِالشُّبُهَاتِ: (حدود شبہات کی وجہ سے ساقط ہو جاتی ہیں)۔

اَلْفَنُّ الثَّانِيُ جوکہ "الفَوَائِدُ" سے متعلق ہے اس میں انھوں نے فقہ حنفی کی مشہور کتب "الهداية" اور "الكنز" کی ترتیب پر بہت سے فوائد جمع کیے ہیں۔ جن کی تعداد کوئی پانچ سو کے قریب ہے۔ مصنف مذکور نے انھیں قواعد کے مقابلے میں ضوابط اور مستثنیات کا نام دیا ہے۔

اَلْفَنُّ الثَّالِث جوکہ "الجَمْعُ وَالفرقُ" سے متعلق ہے۔ اس میں مصنف نے ایسے احکام جمع کیے ہیں جن سے کسی فقیہ کا جاہل رہنا بہت ہی معیوب تصور کیا جاتا ہے۔ مثلاً: اَحْكَامُ النَّاسِيْ، اَحْكَامُ الْجَهْلِ، اَحْكَامُ الْإِكْرَاهِ اور اُحْكَامُ الصِّبْيَانِ وغیرہ۔ جہاں تک احکام میں "الفَرقُ" کا تعلق ہے تو اس فن میں ملتے جلتے مسائل کے درمیان فرق کو واضح کیا گیا ہے۔ مثلاً وضو اور غسل میں فرق، زکوٰۃ اور صدقہ میں فرق، مرتد اور کافر اصلی میں فرق وغیرہ۔

"اَلْفَنُّ الرَّابِع "اَلْغَازْ"، یعنی پہیلیوں سے متعلق ہے۔ مثلاً:

- "مَا اَفْضَلُ الْمِيَاهِ" کون سا پانی سب سے افضل ہے؟
- "أَيُّ رَجُلٍ اَفْطَرَ بِلَاعُذْرٍ وَلَا كَفَارَةَ عَلَيْهِ"
  کون سا وہ آدمی ہے جو بلا عذر روزہ افطار کرے مگر اس پر کفارہ لازم نہ آئے؟
- "أَيُّ رَجُلٍ طَلَّقَ وَلَمْ يَقَعْ" (کون سا وہ آدمی ہے جو عورت کو طلاق دے مگر وہ واقع نہ ہو)۔

اَلْفَنُّ الْخَامِس شرعی حیلوں سے متعلق جب کہ اَلْفَنُّ السَّادِس فروق سے متعلق ہے جس میں ملتے جلتے مسائل کے درمیان پائے جانے والے فرق کو واضح کیا گیا ہے۔ اس طرح آخری فن، اَلْفَنُّ السَّابِع جیسا کہ اپنے موضوع سے واضح ہے کہ اس میں مختلف حکایات بیان کی گئی ہیں نیز علماء کے درمیان مختلف فیہ مسائل کے سلسلے کی ہونے والی مراسلت پر بحث کی گئی ہے۔ مصنف نے اپنی کتاب میں سبکی (م ۷۷۱ھ/۱۳۶۹ء) اور سیوطی (م ۹۱۱ھ/۱۵۰۵ء) کی کتب سے استفادہ کیا ہے۔ یہ کتاب بعد کے ادوار میں علماء احناف میں بہت زیادہ مقبول ہوئی، جس کی وجہ سے اس کی بہت سی شرحیں اور تعلیقات لکھی گئیں جن کی تعداد اب بیالیس (۴۲) تک پہنچ چکی ہے۔ جن میں سے 'تَنْوِيْرُ الْبَصَائِرِ عَلَى الْاَشْبَاهِ وَ النَّظَائِرِ لشرف الدين الغزّي (۱۰۰۵ھ) غَمْزُ عُيُوْنِ الْبَصَائِرِ شَرْحُ الْأَشْبَاهِ وَ النَّظَائِرِ لِلْحموي (۱۰۹۸ھ/۱۶۸۷ء) اور عُمْدَةُ ذَوِي الْبَصَائِرِ لِحَلِّ مُهِمَّاتُ الْأَشْبَاهِ وَالنَّظَائِرِ لابنِ بيري (م ۱۰۹۹ھ/۱۶۸۸ء) "عُمْدَةُ النَّاظِرِ عَلَى الْأَشْبَاهِ وَ النَّظَائِرِ لِابِي السَّعُود الحُسَيني" (۱۱۷۲ھ/۱۷۵۹ء)

وغیرہ ایسی شرحیں بھی شامل ہیں۔

"خاتمة" مجامع الحقائق

یہ کتاب ابوسعید محمد بن محمد بن مصطفی الخادمی (م۱۱۷۶ھ/۱۷۶۲ء) کی ہے۔ اصلاً یہ کتاب اصول فقہ سے متعلق ہے جس کا آخری باب قواعد کلیہ پر ہے۔ مصنف نے اس باب میں حروفِ تہجی کے اعتبار سے ۱۵۴ قواعد کلیہ جمع کیے ہیں۔ بعد میں مصنف نے خود ہی "منافع الحقائق" کے نام سے اس کی شرح بھی لکھی۔ اس کی ایک اور شرح مصطفیٰ ہاشم نے بھی لکھی تھی جو "حفید قوجه" کے نام سے مشہور ہیں۔

"قواعد" مجلة الاحكام العدلية (۱۲۹۳ھ/۱۸۷۶ء)

یہ مجلّہ سلطان غازی عبدالعزیز عثمانی کے حکم سے احمد جودت پاشا کی سربراہی میں علماء کی ایک کمیٹی نے تقریباً سات سال کے عرصے میں مرتب کیا تھا۔ مجلّہ، ایک مقدمے اور سولہ ابواب پر مشتمل ہے جس میں "۱۸۸۱" دفعات ہیں۔ مجلّے کی ابتدائی ۲ تا (۹۹) ۱۰۰ دفعات قواعد کلیہ سے متعلق ہیں جو ابن نجیم کی کتاب "الأشباه و النظائر" اور ابوسعید خادمی کی کتاب "مجامع الحقائق" کے آخری باب سے لیے گئے ہیں، مجلّے کی کئی شرحیں لکھی گئیں جن میں سے خالد اتاسی، علی حیدر، منیر القاضی، یوسف آصاف اور سلیم بن رستم باز لبنانی کی شرحیں زیادہ مشہور ہیں۔

الفرائد البهية في القواعد و الفوائد الفقهية

یہ کتاب محمود بن محمد بن نسیب بن حسین (م۱۳۰۵ھ/۱۸۸۸ء) کی ہے جو اپنے اسلاف کی نسبت سے "ابن حمزة" کے نام سے مشہور ہیں، ان کی کئی اور کتب بھی ہیں جیسے "الفتاوى الحمزاوية" یا "المحمودية" جو دو ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔ انھوں نے امام محمد کی کتاب "الجامع الصغير" کو نظم میں تحریر کیا تھا، جس کے تین ہزار اشعار ہیں، اسی طرح "كواكب الزاهرة في الاحاديث المتواترة، كتاب ترجيح البينات" جو "الطريقة الواضحة" کے نام سے معروف ہے۔ ان کی ایک کتاب "قواعد الاوقاف في الفقه" کے نام سے بھی ہے (۹۸)۔ "الفرائد البهية في القواعد و الفوائد الفقهية" میں مصنف نے قواعد کلیہ اور اصول و ضوابط کو فقہی ابواب کی ترتیب سے مدون کیا ہے۔

قواعد الفقه

یہ کتاب مفتی محمد عمیم الاحسان المجد دی البرکتی کی ہے۔ وہ بنگلہ دیش کے بڑے عالم و فاضل، سنی العقیدہ اور مدرسہ عالیہ ڈھاکہ کے صدر مدرس تھے۔ ان کی تالیفات کی تعداد سو سے اوپر ہے۔ مذکورہ بالا کتاب "قواعد الفقه" اصل میں پانچ رسائل کا مجموعہ ہے۔ جن میں سے پہلا رسالہ امام کرخی کے ان چالیس قواعد کلیہ پر مشتمل ہے۔ جن پر فقہائے احناف کی کتب کا مدار ہے۔ انھوں نے ہر قاعدے کے ضمن میں امام نسفی کی بیان کردہ شرح سے مثالیں دی ہیں۔ دوسرا رسالہ امام

دبوسی کی کتاب ''تاسیس النظر'' میں پائے جانے والے قواعد کلیہ پر مشتمل ہے۔ تیسرا رسالہ فقہی قواعد کلیہ سے متعلق ہے جو انھوں نے ''شرح السیر الکبیر، اصول الکرخی، تاسیس النظر، الھدایة، منار الاصول، الاشباہ و النظائر، البحر الرائق، درالمختار، مسلم الثبوت، رد المحتار اور مجلة الاحکام العدلیة'' وغیرہ سے لیے ہیں۔ ان قواعد کلیہ کی وضاحت فقہی کتب میں بیان کردہ مثالوں سے کی گئی ہے۔ چوتھا رسالہ فقہی اصطلاحات پر مشتمل ہے جب کہ پانچواں رسالہ فقہ حنفی کے مطابق فتوی لکھنے اور اس کے آداب سے متعلق ہے۔

فقہائے مالکیہ کی کتب

فقہائے مالکیہ میں سے قواعد کلیہ پر کام کرنے والے چند نمایاں فقہاء اور ان کی کتب کا مختصر اًتعارف حسبِ ذیل ہے

اصول الفتیا

اس کتاب کے مؤلف محمد بن حارث الخشنی (م۳۶۱ھ/۹۷۲ء) ہیں، قواعد کلیہ پر فقہ مالکی کی یہ پہلی کتاب ہے۔ مصنف نے اسے فقہی ابواب کی ترتیب پر مرتب کیا ہے جس میں قواعد کلیہ بیان کرنے کے بعد ''المدونة'' سے جزئیات لائی گئی ہیں۔ ہر قاعدے کو لفظ ''کل'' یا ''اصل'' سے شروع کیا گیا ہے۔

أنوَارُ البُرُوقِ فِي أَنوَاءِ الفُرُوق

یہ کتاب ابو العباس احمد بن ابی العلاء ادریس بن عبدالرحمن الصنہاجی المصری (م۶۸۴ھ/۱۲۸۳ء) کی ہے آپ کا لقب شہاب الدین تھا۔ ''قَرَافہ'' نامی ایک محلے کی نسبت سے ''القَرَافِی'' مشہور ہوئے اور ان کی کتاب نے ''الفُرُوق'' کے نام سے شہرت پائی۔ مصنف نے اس کتاب میں اپنی ہی ایک دوسری کتاب ''الذخیرة'' میں پائے جانے والے قواعد کلیہ اور جزئیات کو یک جا کیا ہے۔ کتاب میں قواعد و فروعات کے مابین پائے جانے والے فرق کو واضح کرتے ہوئے ۵۴۸ قواعد کلیہ اور ۲۷۴ فروق کو جمع کیا ہے۔

إدرَارُ الشُّرُوق عَلى أَنوَاءِ الفُرُوقِ

یہ کتاب قاسم بن عبداللہ بن محمد الانصاری (م۷۲۳ھ/۱۳۲۲ء) کی ہے جو ''ابن الشَّاط'' کے نام سے معروف ہیں۔ یہ کتاب اصل میں ''القَرَافِی'' کی کتاب ''الفُرُوق'' کی تصحیح و تصویب شدہ شکل ہے۔

القواعد

یہ کتاب محمد بن محمد بن احمد مقری (م۷۵۸ھ/۱۳۵۷ء) کی ہے۔ افریقہ کی ایک بستی ''مَقَّرة'' کی نسبت سے ''المَقَّرِی'' کہلائے۔ وہ اپنے دور کے بہت بڑے عالم و فاضل علماء میں سے تھے۔ ابو اسحاق شاطبیؒ (م۷۹۰ھ/۱۳۸۸ء) اور مؤرخ ابن خلدون (م۸۰۸ھ/۱۴۰۶ء) ایسے لوگ ان کے شاگرد ہوئے ہیں۔ مقری قواعد کے

صرف ناقل ہی نہیں ہیں بلکہ انھوں نے کئی نئے قواعد بھی مستنبط کیے ہیں۔قواعد کلیہ میں ان کا اسلوب یہ ہے کہ وہ قاعدے میں ایسا اختصار کرتے ہیں کہ جس کے تحت کثیر معانی اور فقہی فروعات آ جائیں۔انھوں نے اس کتاب میں قواعد کلیہ کو فقہی ابواب کی صورت میں مدون کیا ہے اور مذاہبِ اربعہ کے درمیان پائے جانے والے اصولی اختلافات کو بھی ذکر کیا ہے۔اس لحاظ سے ان کی کتاب دبوسی کی کتاب "تاسیس النظر" میں پائے جانے والے "قَوَاعِدُ الْخِلَافِ" کے مشابہ ہے۔ وہ قواعد خلافیہ میں تینوں ائمہ یعنی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۵۰ھ/۷۶۷ء)، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۷۹ھ/۷۹۵ء) اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ (م ۲۰۴ھ/۸۱۹ء) کے درمیان پائے جانے والے اختلاف کا ذکر کرتے ہیں۔اسی طرح وہ فقہائے مالکیہ کے درمیان پائے جانے والے اختلاف کو بھی واضح کرتے ہیں۔

إيضاح المسالک الى قواعد الامام مالک

یہ کتاب ابو العباس احمدبن یحییٰ بن محمد التلمسانی، الونشریسی (م ۹۱۴ھ/۱۵۰۸ء) کی ہے۔کتاب میں جمع کیے گئے قواعد کلیہ قرافی کی کتاب الفروق اور مقری کی القواعد سے لیے گئے ہیں۔جن کی کل تعداد تقریباً ۱۱۸ کے قریب ہے اور اکثر قواعد میں استفہامی انداز اختیار کیا گیا ہے۔مثلاً:

۱۔ اَلْعِصْيَانُ هَلْ يُنَافِي التَّرَخُّصَ أَمْ لَا؟ (کیا نافرمانی رخصت کے منافی ہوتی ہے یا نہیں؟)

۲۔ اَلْاَصْغَرُ هَلْ يَنْدَرِجُ تَحْتَ الْاَكْبَرِ أَمْ لَا؟ (کیا چھوٹا مسئلہ بڑے مسئلے کے تحت درج ہوسکتا ہے یا نہیں؟)

فقہائے شافعیہ کی کتب

قواعد الأحكام فی مصالح الأنام

یہ کتاب عزالدین عبدالعزیز بن عبدالسلام، السلمی (م ۶۶۰ھ/۱۲۶۲ء) کی ہے۔جو "سُلطانُ العلماءِ" کے لقب سے یاد کیے جاتے ہیں۔قواعد کلیہ پر فقہ شافعی کی یہ اولین کتاب ہے جسے قبولیت عامہ کا شرف حاصل ہوا۔کتاب میں مصالح کے حصول اور مفاسد کے دفعیہ کو موضوع بنایا گیا اور اس میں بیان ہونے والے بعض قواعد کلیہ اساسی نوعیت اور بعض دیگر فروعات سے متعلق ہیں۔

الأشباه و النظائر لابن الوكيل (م ۷۱۶ھ/۱۳۱۶ء)

یہ کتاب صدرالدین محمد بن عمر بن مکی کی ہے جو شام میں ابن الوکیل المصری کے نام سے معروف تھے جو اپنے دور کے شیخ الشافعیہ تھے۔موصوف کثرت مطالعہ اور حافظہ کی شہرت رکھتے تھے۔قواعد کلیہ کی یہ پہلی کتاب ہے جو اس نام کے ساتھ لکھی گئی تھی۔ابتداءً یہ کتاب غیر مرتب شکل میں تھی جسے بعد میں مصنف کے بھتیجے زین الدین محمد بن عبداللہ بن المرحل (م ۷۳۸ھ/۱۳۳۷ء) نے بعض اضافوں کے ساتھ ترتیب دیا تھا۔

المجموع المذهب فی قواعد المذهب

یہ کتاب صلاح الدین خلیل بن کیکلدی العلائی (م ۷۶۱ھ/۱۳۵۹ء) کی ہے۔ مصنف کتاب میں پہلے پانچ بنیادی قواعد اور پھر قواعد اصولیہ کو لائے ہیں۔ اس کے بعد حسب اہمیت قواعد کلیہ کو جمع کیا ہے اور آخر میں ایسے قواعد کلیہ کو درج کیا ہے جن کا تعلق صرف ایک آدھ مسئلے سے ہی ہے۔ کتاب کو مرتب کرنے میں ابن القاص، ابن الوکیل، عزابن عبدالسلام اور قرافی کی کتب سے استفادہ کیا گیا ہے۔

الأشباه والنظائر لتاج الدین السُبکی

یہ کتاب تاج الدین عبدالوہاب بن علی بن عبدالکافی السبکی (م ۷۷۱ھ/۱۳۶۹ء) کی ہے۔ مصنف نے کتاب کو حسب ذیل سات حصوں میں تقسیم کیا ہے:

الف. اَلْقَوَاعِدُالْخَمْسُ

ب. اَلْقَوَاعِدُ الْعَامَةُ

ج. اَلْقَوَاعِدُ الْخاصَةُ

د. أُصُوْلٌ کَلامِیَةٌ یُبْنَی عَلَیْهَا فُرُوْعَ فِقْهِیَّةِ

ہ. مَسَائِلٌ أُصُوْلِیَةٌ یَتَخَرَّجُ عَلَیْهَا فُرُوْعَ فِقْهِیَّةِ

و. بَعْضُ الْکَلِمَاتِ الْعَرَبِیَةِ وَ الْکَلِمَاتِ النَّحْوِیَةِ

ز. اَلْخِلافُ فِی الْفُرُوْعِ بَعْدَ الْأِتِفَاقِ عَلَی اُصُوْلِهَا

کتاب کے تمام ابواب میں قواعد کے ساتھ ساتھ فقہی جزئیات کو بھی بیان کیا گیا ہے، اپنے موضوع کے اعتبار سے یہ ایک عمدہ کتاب ہے۔

المنثور فی القواعد

یہ کتاب ابی عبداللہ بدر الدین محمد بن بهادر بن عبدالله الشافعی (م ۷۹۴ھ/۱۳۹۲ء) کی ہے جو "الزَّرکَشِی" کے نام سے معروف تھے۔ اپنے موضوع اور ترتیب میں پہلی کتاب ہے جس میں قواعد کلیہ "حروفِ تہجی" کے تحت لکھے گئے ہیں مثلاً: "حرف الالف" میں "اباعة" سے متعلق قواعد کی ابتداء کر کے حرف الیا تک قواعد کی ترتیب قائم کی گئی ہے، سوائے حرف "الثا" کے، کیوں کہ اس حرف سے کسی قاعدے کی ابتداء نہیں ہوتی۔ کتاب میں بعض ایسی مباحث بھی ہیں جن کا تعلق قواعد کلیہ سے نہیں ہے۔ مثلاً: اَلْمُطَارَحَاتُ، اَلْمُمْتَحِنَاتُ، اَلْمُغَالَطَاتُ اور مَسْئَلَةٌ جَدَلِیَّةٌ وغیرہ (۹۹)۔

الأشباه والنظائر لابن المُلَقِّن

یہ کتاب ابوحفص سراج الدین عمر بن علی بن احمد الانصاری (م۸۰۴ھ/۱۴۰۲ء) کی ہے جو "ابن الملقن" کے نام سے معروف ہیں۔ کتاب کو فقہی ابواب کی ترتیب سے مدون کیا گیا ہے۔ وہ فقہ شافعی کے مطابق قاعدہ بیان کرتے ہیں اور دیگر ائمہ سے اختلاف کی صورت میں جزئیات میں اس کا ذکر کردیتے ہیں اور فقہ شافعی کے مطابق دلائل لاتے ہیں، مصنف نے عز الدین کی "قواعد الاحکام"، قرافی کی "الفروق" ابن الوکیل کی "الأشباه و النظائر" اور علائیؒ کی المجموع المذهب فی قواعد المذهب ایسی کتب سے استفادہ کرتے ہوئے اسے بہتر شکل وصورت میں مرتب کیا ہے۔

القواعد

یہ کتاب تقی الدین ابوبکر بن محمد بن عبدالمومن الحصینی (م۸۲۹ھ/۱۴۲۶ء) کی ہے۔ مصنف نے کتاب کی ابتداء قواعد اصولیہ سے کی ہے جس میں حکم شرعی اوراس کی اقسام مفصل تحریر کرنے کے بعد "قواعد فقهيه" کو تحریر کیا ہے اور دیگر مصنفین کی طرح پہلے اساسی قواعد اور پھر دیگر مسائل اور فوائد کو جمع کیا ہے۔ کتاب "قواعد العلائی" کی طرح "قواعد اصوليه" اور "قواعد فقهيه" کی جامع ہے۔

مختصر قواعد العَلائی

یہ کتاب ابوالثناء محمود بن احمد الحموی (م۸۳۴ھ/۱۴۲۱ء) کی ہے جو "ابن خطیب الدهشته" کے نام سے معروف تھے۔ مصنف نے کتاب میں علامہ علائی اور الاسنوی کے قواعد کو جمع کیا ہے اور ان کی تنقیح کے ساتھ ساتھ کچھ اضافے بھی کیے ہیں اس کتاب کا پورا نام "مُخْتَصَرٌ مِنْ قَوَاعِدِ الْعَلَائِیْ وَ کَلَامِ الْاَسْنَوِیْ" ہے اور اسے امام نووی رحمۃ اللہ علیہ (م۶۷۷ھ/۱۲۷۸ء) کی کتاب "منهاج" کے فقہی ابواب کی ترتیب کے تحت مرتب کیا گیا ہے۔

الأشباه و النظائر للسيوطی

یہ کتاب جلال الدین عبدالرحمن بن ابی بکر السیوطی (م۹۱۱ھ/۱۵۰۵ء) کی ہے۔ قواعد کلیہ کے حوالے سے فقہ شافعی کی سب سے مشہور کتاب یہی ہے۔ فقہائے اسلام کے ہاں اسے ہر دور میں قبولیت کا شرف حاصل رہا ہے۔ اس اعتبار سے یہ کتاب فقہائے شافعیہ کی سابقہ تمام کتب پر فوقیت رکھتی ہے۔ بلکہ بعد کے ادوار میں بھی کوئی فقہی عالم اس کی مثل کتاب مرتب نہ کرسکا۔ یہ کتاب حسب ذیل سات کتب کا مجموعہ ہے۔

اَلْکِتَابُ الْاَوَّلُ: یہ کتاب قواعد خمس اور متعلقہ فقہی مسائل واحکام پر مشتمل ہے۔

اَلْکِتَابُ الثَّانِیْ: اس کتاب میں وہ قواعد کلیہ ہیں جن کا انحصار ان کی جزئی صورتوں پر نہیں ہوتا۔ یہ کتاب چالیس قواعد کلیہ پر مشتمل ہے۔

اَلْکِتَابُ الثَّالِثُ: اس کتاب میں وہ بیس قواعد کلیہ ذکر کیے گئے ہیں جنھیں فقہاء کے مابین اختلافی قرار دیا جاتا ہے۔

اَلْكِتَابُ الرَّابِعُ: اس کتاب میں وہ قواعد کلیہ اور احکام بیان کیے گئے ہیں، جن سے کسی عالم کا لاعلم رہنا انتہائی معیوب تصور کیا جاتا ہے۔

اَلْكِتَابُ الْخَامِسُ: اس کتاب میں مختلف فقہی ابواب کے نظائر پیش کیے گئے ہیں۔

اَلْكِتَابُ السَّادِسُ: اس کتاب میں متشابہ چیزوں کے درمیان پائے جانے والے فرق کو واضح کیا گیا ہے۔ مثلاً لمس اور مس میں فرق، وضو اور غسل میں فرق، سجدہ سہو اور سجدہ تلاوت میں فرق وغیرہ۔

اَلْكِتَابُ السَّابِعُ: اس کتاب میں متفرق ابواب سے نظائر پیش کیے گئے ہیں اور آخر میں کسی عالم وفاضل شاعر کی ایک طویل نظم ہے جس میں ان چالیس صورتوں کا ذکر کیا گیا ہے، جن سے لاعلمی عذر نہیں بن سکتی۔

فقہائے حنابلہ کی کتب

القواعد النورانية الفقهية

یہ کتاب شیخ الاسلام تقی الدین، ابوالعباس، احمد بن عبدالعلیم بن عبدالسلام بن عبداللہ بن تیمیہ الحرانی (م ۷۲۸ھ/۱۳۲۸ء) کی ہے۔ مصنف نے کتاب فقہی موضوعات کی اساس پر تحریر کی ہے یعنی بَابُ الطَّهَارَةِ وَ النَّجَاسَةِ سے کتاب کی ابتداء کر کے بَابُ الْإِيمَانِ وَ النُّذُورِ پر اسے ختم کیا ہے اور ہر باب میں متعلقہ قواعد وضوابط، فقہاء کے اختلافات اور آراء کے ساتھ ساتھ جزئیات کا احاطہ بھی کیا ہے۔

تقرير القواعد و تحرير الفرائد

یہ کتاب حافظ ابی الفرج عبدالرحمٰن بن رجب الحنبلی (م ۷۹۵ھ/۱۳۹۳ء) کی ہے جو "قَوَاعِدُ ابْنِ رَجَبٍ" کے نام سے معروف ہے۔ کتاب فقہی ابواب کی ترتیب سے مرتب کی گئی ہے جو "بَابُ الْمِيَاهِ وَ الْآنِيَةِ" سے شروع ہو کر "بَابُ الْقَضَاءِ وَ الشَّهَادَاتِ وَ مَايَتَعَلَّقُ بِهٖ" پر ختم ہوتی ہے۔ ان ابواب میں کل ایک سو ساٹھ (۱۶۰) قواعد کلیہ کو موضوع بحث بنایا گیا ہے جن کے آخر میں اکیس فوائد ذکر کیے گئے ہیں، جن سے متعلق مصنف مذکور کا کہنا ہے کہ یہ وہ مشہور مسائل ہیں جن میں فقہاء کا اختلاف ہے اور فقہ اسلامی میں اس کا خاص مقام و مرتبہ ہے۔

القواعد و الفوائد الاصولية

یہ کتاب ابوالحسن علاء الدین بن محمد بن عباس البعلی الحنبلی (م ۸۰۳ھ/۱۴۰۱ء) کی ہے جو "ابن اللحّام" کے نام سے معروف ہیں، کتاب کا پورا نام "اَلْقَوَاعِدُ وَالْفَوَائِدُ الْاُصُوْلِيَّةُ وَ مَايتعلق بِهَا مِنَ الْاَحْكَامِ الْفَرعِيَّةِ" ہے، مصنف نے چھیاسٹھ قواعد کلیہ درج کیے ہیں اور ہر قاعدے کے ضمن میں فقہی جزئیات بھی تحریر کی ہیں، بعض قواعد کلیہ میں استفہامیہ انداز اختیار کیا گیا ہے جن کی تشریح و توضیح کے ذریعے حقیقت واضح کی گئی ہے۔

خلاصہ بحث

لغوی اعتبار سے قاعدہ کے معنی اساس اور بنیاد کے ہیں اس کی جمع قواعد آتی ہے۔ فقہی اصطلاح میں قواعد کلیہ سے مراد وہ فقہی اصول وضوابط ہیں جنہیں مختصر قانونی زبان میں اس طرح مرتب کیا گیا ہو کہ ان میں اپنے موضوع سے متعلقہ آنے والے تمام شرعی احکام شامل ہوں۔ فقہی کتب میں پائے جانے والے اکثر قواعد کلیہ کو اساسی حیثیت حاصل ہوتی ہے کیوں کہ ان کی جزئیات تمام ابواب میں پھیلی ہوتی ہیں البتہ کچھ قواعد کلیہ ایسے بھی ہوتے ہیں جن کی جزئیات صرف ایک آدھ باب کا ہی احاطہ کرتی ہیں۔ قاعدہ اور ضابطہ کے شرعی حکم اور اسلوب میں چونکہ کوئی خاص فرق نہیں پایا جاتا اس لیے اگر قاعدے کی جگہ ضابطہ اور ضابطے کی جگہ قاعدہ کا لفظ استعمال کر دیا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ انسانی زندگی کے جملہ شعبوں سے متعلق قرآن وحدیث اور فقہی کتب میں احکام کے ساتھ ساتھ قواعد کلیہ بھی پائے جاتے ہیں۔ قواعد کلیہ کی جمع وتدوین میں ہر دور کے جید علمائے کرام رحمۃ اللہ علیہم اور فقہائے عظام رحمۃ اللہ علیہم نے کام کیا ہے۔ ان فقہاء کی قواعد کلیہ پر ترتیب دی ہوئی کتب کو تحقیقی نقطہ نگاہ سے دیکھا جائے تو ان میں جمع وتدوین اور ساخت کے حوالے سے متعدد مناہج واسالیب پائے جاتے ہیں۔ جمع وتدوین میں بلاعنوان ترتیب، فقہی ابواب کی ترتیب، موضوعی ترتیب، الفبائی ترتیب اور حسب ضرورت واہمیت ترتیب وغیرہ کے عنوانات دیئے جاسکتے ہیں جب کہ ان کے استنباط میں لفظ "اَلْأَصْلُ"، "کُلُّ"، "ھَلْ" کے علاوہ سادہ جملوں کا استعمال بھی کیا گیا ہے۔ قواعد کلیہ کی ضرورت واہمیت کی وجہ سے تمام مشہور مسالک کے فقہاء نے اس موضوع پر کام کیا ہے اور ان کی کتب دستیاب ہیں۔ عصر حاضر میں قانون ساز ادارے قانون سازی کے وقت اور عدالتیں اپنے فیصلوں میں ان قواعد کلیہ سے راہنمائی لیتے ہیں۔

حوالہ جات وحواشی

۱۔ دیکھیے :الراغب الاصفہانی ،الحسین بن محمد ابی القاسم (م ۵۰۲ھ/۱۱۰۹ء)"المفردات فی غریب القرآن" ،تحقیق وتبویب :محمد سید کیلانی ،نور محمد کارخانہ تجارت ،آرام باغ ،کراچی (س۔ن) ،ص ۲۰۹۔

۲۔ البقرۃ ۲ :۱۲۷۔

۳۔ النحل :۲۶:۱۶۔

۴۔ الجرجانی ،علی بن محمد الشریف (م۸۱۶ھ/۱۴۱۳ء)"کتاب التعریفات"دارالمنار ،بیروت ،لبنان (س۔ن) ،ص۱۲۱۔

۵۔ الحموی ،احمد بن محمد المصری (م۱۰۹۸ھ/۱۶۸۷ء)"غمز عیون البصائر شرح الأشباہ والنظائر" ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیۃ ،کراچی پاکستان (۱۴۱۸ھ) ،۶۳/۱۔

۶۔ القرافی ،احمد بن ادریس ،ابوالعباس ،الصنہاجی (م۶۸۴ھ/۱۲۸۵ء)"الفروق أو انوار البروق فی انواء الفروق" تحقیق: خلیل المنصور ،دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان (س۔ن) ،۶/۱۔

۷۔ "مجلۃ الاحکام العدلیۃ" المکتبۃ الحقانیۃ محلہ جنگی پشاور پاکستان (س۔ن) ،۱۶۔

۸۔ "مجلۃ الاحکام العدلیۃ"(م/۷) ،ص۱۷۔

۹۔ السرخسی ،محمد بن احمد بن ابی سھل ،ابی بکر (م۴۹۰ھ/۱۰۹۷ء)"شرح السیر الکبیر" تحقیق :ابوعبداللہ محمد حسن محمد حسن اسماعیل الشافعی ،دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان (۱۴۱۷ھ۔۱۹۹۷ء) ،۱۳۱/۱۔

۱۰۔ دیکھیے :سورۃ التوبہ ۹ :۹۱۔

۱۱۔ الحموی ،۶۳/۱۔

۱۲۔ علی حیدر "درر الحکام فی شرح مجلۃ الاحکام"دارصادر ،بیروت ،لبنان (س۔ن) ،۹۱/۱۔

۱۳۔ الزرقاء ،مصطفیٰ احمد "المدخل الفقھی العام"دارالقلم دمشق (۱۴۲۵ھ۔۲۰۰۴ء) ،۹۶۵/۲۔

۱۴۔ دیکھیے :السبکی ،تاج الدین عبدالوہاب بن علی ابن عبدالکافی "الأشباہ والنظائر" تحقیق عادل احمد عبدالموجود ،علی محمد عوض ،دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان (۱۴۲۲ھ۔۲۰۰۱ء) ،۱۱/۱۔

۱۵۔ ابن نجیم ،زین الدین بن ابراہیم بن محمد ،"الأشباہ والنظائر مع حاشیۃ الشیخ محمد علی الرافعی" ایچ ایم سعید کمپنی ،ادب منزل کراچی پاکستان ،۸۲۔

۱۶۔ السبکی ،م۔ن ،۱۱/۱۔

۱۷۔ ابن رجب ،عبدالرحمٰن ،ابوالفرج "القواعد فی الفقہ الاسلامی"دارالمعرفۃ بیروت لبنان (س۔ن) ،قاعدہ ثانیہ ،ص ۲۔

۱۸۔ دیکھیے :القرافی ،۶/۱۔

۱۹۔ شریعت ،قرآن وسنت کے ان احکامات کو کہا جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے حضرت محمد ﷺ پر نازل کیے۔ جب کہ فقہ

سے مراد علماء وفقہاء کے مرتب شدہ وہ احکام ہیں جو انہوں نے قرآن وسنت سے اپنی فہم کے مطابق مستنبط کیے ہوں۔(دیکھیے: الزرقا''المدخل الفقھی العام''، ۱۵۴/۱۔

۲۰۔ القرافی، م۔ن ۶/۱۔۸۔

۲۱۔ القرافی، احمد ادریس الصنعاجی''الذخیرۃ''تحقیق: محمد بوخبزۃ، دارالغرب الاسلامی، ۵۰/۱۔

۲۲۔ ''مجلة الاحکام العدلية'' طبع: المکتبۃ الحقانیہ، پشاور، پاکستان (س۔ن) (م ۱/)، ص۱۶۔

۲۳۔ السیوطی کا نام عبدالرحمٰن بن ابی بکر اور لقب جلال الدین ہے۔ وہ مصر کی سیوط نامی ایک بستی کی نسبت سے سیوطی کہلائے۔ متعدد علوم کے ماہر اور مجتہد ہوئے۔ تصانیف کی تعداد سات سو کے قریب ہے۔(دیکھیے: عبداللہ بن سلیمان الجرھزی الشافعی''المواھب السنية''ص۲۱؛ الزرکلی''الاعلام، ۳۰۱/۳)۔

۲۴۔ السیوطی، جلال الدین (م۹۱۱ھ/۱۵۰۵ء)''الاشباہ والنظائر فی الفروع'' دارالفکر، بیروت، لبنان، ۱۴۱۵ھ، ص۶۔

۲۵۔ ابن نجیم''الأشباہ والنظائر''، م۔ن، ص۸۔

۲۶۔ السبکی''الأشباہ والنظائر''، ۲۰۷/۱۔

۲۷۔ ابن الملقن، عمر بن علی الانصاری ابی حفص سراج الدین (م۸۰۴ھ/۱۴۰۱ء)''الأشباہ والنظائر'' تحقیق ودراسۃ: احمد بن عبدالعزیز بن احمد الخضری، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی پاکستان، (۱۴۱۷ھ)، ص۱۵۹۔

۲۸۔ السبکی، ۲۰۷/۱۔

۲۹۔ ابن نجیم، ص۸۵۔

۳۰۔ ایضاً، ص۸۷۔

۳۱۔ ایضاً، ص۸۶۔

۳۲۔ ایضاً، ص۸۹۔

۳۳۔ ایضاً، ص۸۹۔

۳۴۔ الزرکشی، محمد بن بہادر، بدرالدین، ابوعبداللہ (م۷۹۴ھ/۱۳۹۲ء)''المنثور فی القواعد'' دارالکتب العلمیۃ بیروت، (۱۴۲۱ھ/۲۰۰۰ء) ص۸۷ ؛ السیوطی، م۔ن، ص۴۵؛ ابن نجیم، ص۳۔

۳۵۔ السبکی، ۳۶۷/۱۔

۳۶۔ ایضاً، ۳۶۷/۱۔

۳۷۔ ابن نجیم، ص۹۱۔

۳۸۔ ''مجلة الاحکام العدلية'' (م۴۴/) ص۲۱۔

۳۹۔ الزرکشی''المنثور فی القواعد''۲۴۳/۳۔

۴۰۔ الزرکشی، ۲۴۳/۲۔

۴۱۔ ابوداؤد، سلیمان بن الاشعث السجستانی (م۲۷۵ھ/۸۸۹ء) "السنن" دارالفکر، بیروت (س۔ن)، کتاب اللباس، باب فی لبس الشهرة (ح/۴۰۳۱)، ۴/۴۴۔

۴۲۔ السیوطی، "الأشباہ و النظائر فی الفروع" ص۷۵؛ ابن نجیم، "الأشباہ و النظائر"، ص۵۵۔

۴۳۔ السیوطی، م۔ن، ص۴۴۔

۴۴۔ السیوطی، ص۱۰۳؛ ابن نجیم، م۔ن، ص۷۹؛ "مجلة الاحکام العدلیة" (م/۳۴)، ص۲۰۔

۴۵۔ ابن نجیم، ص۱۵۹۔

۴۶۔ السیوطی، م۔ن، ص۸۴؛ ابن نجیم، م۔ن، ص۶۲؛ "مجلة الاحکام العدلیة" (م/۵۸)، ص۲۲۔

۴۷۔ ابویوسف، یعقوب بن ابراہیم الانصاری (م۱۸۲ھ/۷۹۸ء) "کتاب الخراج"، تحقیق: محمد ابراہیم البنا، مکتبہ فاروقیہ، پشاور، ۱۹۸۱ء، ص۱۴۱؛ ابن نجیم، م۔ن، ص۶۳۔

۴۸۔ الندوی، علی احمد "القواعد الفقهیة" دارالقلم، دمشق، (۱۴۲۵ھ/۲۰۰۴ء)، ص۲۰۲۔

۴۹۔ السیوطی، م۔ن، ص۸۴۔

۵۰۔ السیوطی، م۔ن، ص۱۰۵؛ ابن نجیم، م۔ن، ص۸۰؛ "مجلة الاحکام العدلیة" (م۵۹)، ص۲۳۔

۵۱۔ السیوطی، م۔ن، ص۸۵۔

۵۲۔ ابویوسف، ص۳۲۹۔

۵۳۔ ابن نجیم، م۔ن، ص۱۲۰۔

۵۴۔ مجلة الاحکام العدلیة (م/۹۴)، ص۲۷۔

۵۵۔ ابن نجیم، ص۱۱۶۔

۵۶۔ ابن حمزة، محمود بن محمد، الحسینی (۱۳۰۵ھ/۱۸۸۸ء) "الفرائد البهیة فی قواعد و الفوائد الفقهیة" مطبع حبیب آفندی خالد، دمشق، ۱۲۹۰ھ، ص۳۱۹۔

۵۷۔ مجلة الاحکام العدلیة (م/۷۶)، ص۲۵۔

۵۸۔ الندوی "القواعد الفقهیة"، ص۳۴۵۔

۵۹۔ مجلة الاحکام العدلیة (م/۷۹)، ص۲۵۔

۶۰۔ السیوطی، م۔ن، ص۲۸۲۔

۶۱۔ الشیبانی "السیر الکبیر" ص۱/۱۳۱ یہ قاعدہ کلیہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ (م۱۵۰ھ/۷۶۷ء) کے قول پر مشتمل ہے جب کہ ابن شبرمة (م۱۴۴ھ/۷۶۱ء) کا قول ہے: "الجہاد لیس بواجب" (الطحاوی "مختصر اختلاف الفقهاء" ۳/۵۰۹) اسی طرح سفیان ثوری (م۱۶۱ھ/۷۷۸ء) کہتے ہیں: "اَلْقِتَالُ مَعَ الْمُشْرِكِيْنَ لَيْسَ بِفَرْضٍ اِلَّا اَنْ تَكُوْنَ الْبِدَايَةُ مِنْهُمْ" (الشیبانی "السیر الکبیر" ص۱/۱۳۱) عبداللہ بن الحسن کہتے ہیں: اِنَّهَا تَطَوَّعٌ (ابن رشد "بدایۃ المجتهد ونهایة

المقصد" ص ۲۷۸)۔

۶۲۔ الشیرازی، المہذب ۳۳۳/۲۔

۶۳۔ السرخسی "شرح السیر الکبیر"، ۱۳۹/۱۔

۶۴۔ البکری "اعانة الطالبین"، ۱۹۴/۳۔

۶۵۔ ابن نجیم "البحر الرائق"، ۶۲/۵۔

۶۶۔ ابن نجیم "البحر الرائق"، ۲۲۵/۵۔

۶۷۔ السرخسی، م۔ن، ۱۳۳/۱۰؛ ابن الھمام، م۔ن، ۱۰۲/۶؛ الزیلعی "تبیین الحقائق"، ۳۶/۱۰۔

۶۸۔ السرخسی "المبسوط"، ص ۱۵/۱۰؛ مجلة الاحکام العدلية (م/۸۷)، ص ۲۶۔

۶۹۔ السرخسی، ۱۱۲/۲۔

۷۰۔ الشیبانی "السیر الکبیر"، ۲۱۷/۲۔

۷۱۔ السرخسی "شرح السیر الکبیر"، ۹۶/۳۔

۷۲۔ السرخسی "شرح السیر الکبیر"، ۴۳/۲، ۱۱۱/۲۔۱۱۲۔

۷۳۔ الکرخی، عبیداللہ بن الحسین بن دلال، ابوالحسن، "اصول الکرخی مع قواعد الفقه"، تحقیق: محمد عمیم الاحسان المجددی، البرکتی، الصدف پبلشرز، کراچی (۱۴۰۷ھ/۱۹۸۶ء)، ص 11 ومابعد۔

۷۴۔ الدبوسی، عبیداللہ بن عمر بن عیسیٰ، ابوزید، "تاسیس النظر مع قواعد الفقه" تحقیق: محمد عمیم الاحسان المجددی، البرکتی، الصدف پبلشرز، کراچی (۱۴۰۷ھ/۱۹۸۶ء)، ص ۲۷ ومابعد۔

۷۵۔ السبکی "الأشباه و النظائر" ۲۱۸/۱؛ السیوطی "الأشباه و النظائر فی الفروع" ص ۴۰؛ ابن نجیم "الأشباه و النظائر" ص ۲۹۔

۷۶۔ السبکی، ۲۱۸/۱؛ ابن الملقن "الأشباه و النظائر" ۲۷/۱۔

۷۷۔ السبکی، ۲۱۸/۱؛ ابن الملقن، ۲۷۰/۱۔

۷۸۔ السیوطی، ص ۴۴۔

۷۹۔ ایضاً، ص ۴۵؛ ابن نجیم، ص ۳۲۔

۸۰۔ السیوطی، ص ۴۶؛ ابن نجیم، ص ۳۵۔

۸۱۔ السبکی، ۲۰۰/۱۔

۸۲۔ السبکی، ۴۴۴/۱۔

۸۳۔ الزرکشی "المنثور فی القواعد"، ۲۲۴/۲۔

۸۴۔ ابن رجب "القواعد فی الفقه الاسلامی" (قاعدہ/۱)، ص ۳۔

۸۵۔ ابن رجب، (قاعدہ۸۴)، ص۱۸۰۔

۸۶۔ ابن رجب، (قاعدہ۱۰۰)، ص۲۲۸۔

۸۷۔ ابن اللحام "القواعد والفوائد الاصولية"، ص۲۰۔

۸۸۔ ابن اللحام، ص۲۹۸۔

۸۹۔ ابن اللحام، ص۵۸۔

۹۰۔ شاشی کا نام احمد بن محمد بن اسحاق اور کنیت ابوعلی ہے۔ وہ فقہ حنفی کے بہت بڑے عالم اور فقیہ تھے۔ انتہا درجے کے ذہین وفطین اور مسائل اصولیہ میں خصوصی مہارت رکھتے تھے۔ (اللكنوی "الفوائد البهية" ص۴۱؛ الزركلی "الأعلام"، ۲۹۴/۱)۔

۹۱۔ الجصاص کا نام احمد بن علی ابوبکر الرازی ہے۔ اپنے دور کے بہت بڑے عالم، زاہد، فقیہ، اور فقہ حنفی کے امام تھے۔ تصنیفات میں "احكام القرآن، شرح مختصر الكرخی، شرح مختصر الطحاوی، شرح جامع محمد، اصول الفقه، شرح الاسماء الحسنى اور ادب القضاء" وغیرہ زیادہ معروف ہیں۔ (اللكنوی "الفوائد البهية فی تراجم الحنفية"، ص۲۷)۔

۹۲۔ دیکھیے: السمعانی، عبدالکریم بن محمد ابوسعید "الانساب" تحقیق: عبدالفتاح محمد الحلو، دار محمد امین بیروت، لبنان (۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ء)، ۳۹۰/۱۰؛ اللكنوی، ص۱۳۹-۱۴۰؛ القرشی "الجواهر المضية فی طبقات الحنفية"، ۳۲۷/۱۔

۹۳۔ مفتی محمد عمیم الاحسان البرکتی المجد دی نے ان قواعد کی تعداد چالیس لکھی ہے (دیکھیے: "قواعد الفقه" ص۱۱-۲۳) جب کہ مصطفیٰ احمد الزرقا کے نزدیک ان کی تعداد سینتیس ہے (دیکھیے: "المدخل الفقهی العام"، ۹۷۰/۲)۔

۹۴۔ النسفی کا نام عمر بن محمد بن احمد بن اسماعیل بن محمد بن لقمان ہے۔ (۴۶۱ھ/۱۰۶۹ء) وہ ماوراء النہر کے شہر نسف میں پیدا ہوئے۔ فقہائے احناف میں سے بہت بڑے مفسر، محدث، فقیہ، اور ادیب ہوئے۔ ان کی کتب میں "التيسر فی التفسير العقائد النسفية،" اور "كتاب المواقيت" وغیرہ زیادہ مشہور ہیں۔ (دیکھیے: اللكنوی، ص۱۹۳-۱۹۴)۔

۹۵۔ دیکھیے: السمعانی "الانساب" ص۲۷۴/۵؛ اللكنوی "الفوائد البهية" ص۱۴۰)۔

۹۶۔ ابن خلکان کا نام احمد بن محمد بن ابراہیم بن ابی بکر، ابوالعباس، اربلی ہے۔ وہ عراق میں موصل کے قریب دجلہ کے مشرقی کنارے آباد شہر "اِربل" میں (۶۰۸ھ/۱۲۱۱ء) پیدا ہوئے اس لیے اِربلی کہلائے۔ اپنے دور کے بہت بڑے مؤرخ اور ادیب ہوئے۔ شام کے قاضی بھی رہے۔ "وفيات الاعيان و ابناء انباء الزمان" ان کی معروف تصنیف ہے۔ (الزرکلی "الاعلام"، ۲۲۰/۱)۔

۹۷۔ ابن خلکان، "وفيات الاعيان و ابناء انباء الزمان" تحقیق سالم مکرم، دار الشرق، بیروت لبنان (س۔ن)، ۴۲/۳۔

۹۸۔ دیکھیے: کتاب مذکور، ۴۳۹/۲-۴۴۳؛ الزرکلی "الأعلام" ۲۶۳/۸ و ما بعد۔

۹۹۔ دیکھیے: کتاب مذکور، ۴۳۹/۲-۴۴۳۔